فہرست

لمعات: (دانائے راز)	ادارہ	3
بیادِ غلام احمد پرویزؒ	عبدالعزیز خالدؔ اسلام آباد	9
تعارف غلام احمد پرویزؒ	ادارہ	10
اقامتِ دین فرض ہے	خواجہ ازہر عباس' فاضل درسِ نظامی	12
علم پر مبنی معاشی تشکیل	ڈاکٹر عطاء الرحمٰن	23
''نُورِ بصیرت'' میری نظر میں	جمیل احمد عدیل	27
''جینا شروع کیجئے'' (ایک مکالمہ)	عاطف طفیل	30
اقبال کی ناپسندیدہ شاعری	عطاء الحق قاسمی	35

ENGLISH SECTION

Mao Zedong and The Qur'an
By G.A. Parwez,
English Rendering by
Iqbal Muhammad & Brig. Taimur Afzal Khan (Retd) 64

طلوعِ اسلام کا لٹریچر یہاں سے دستیاب ہے

نیچے درج کئے گئے کتب خانوں سے طلوعِ اسلام ٹرسٹ کی تمام کتب' دروس القرآن کی تمام جلدیں' اسلامی کتابیں اور لائبریری کے لئے تمام موضوعات پر ہمہ قسم کتب رعایتی نرخوں پر خریدنے کے لئے تشریف لائیں۔

1- کلاسک بک سیلرز' 42' دی مال (ریگل چوک)' لاہور۔	فون: 042-37312977' موبائل: 0300-4442226
2- سانجھ بک سیلرز' بک اسٹریٹ 46/2' مزنگ روڈ' لاہور۔	موبائل: 0333-4051741
3- مسٹر بکس' بک سیلرز' سپر مارکیٹ' اسلام آباد۔	فون: 051-2824805-2278843
4- البلال بک ڈپو' اردو بازار' کراچی۔ موبائل: 0344-2502141	5- شہباز بک ایجنسی' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32632664
6- مذہبی کتب خانہ' اردو بازار' کراچی۔ موبائل: 0331-2716587	7- شاہ زیب انٹر پرائز' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32214259
8- علمی کتاب گھر' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32628939	9- مکتبہ دارالسلام' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32212269
10- محمد سلیم' قرآن سینٹر' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32210770	11- محمد علی' کارخانہ اسلامی کتب' اردو بازار' کراچی۔ فون: 021-32631056

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

دانائے راز

(غلام احمد پرویز کے مختصر حالاتِ حیات)

علامہ اقبالؒ نے دمِ واپسیں فرمایا تھا:

سرُودِ رفتہ باز آید کہ ناید نسیمے از حجاز آید کہ ناید؟
سر آمد روزگارِ ایں فقیرے دگر دانائے راز آید کہ ناید؟

علامہ غلام احمد پرویزؒ (رحمتہ اللہ علیہ) کی ولادت مورخہ 9 جولائی 1903ء کو (موجودہ مشرقی پنجاب کے) ضلع گورداسپور کے قصبہ بٹالہ میں ہوئی۔ آپ کے دادا، مولوی، چوہدری، رحیم بخش حنفی مسلک کے ایک جید عالم اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے ایک ممتاز بزرگ ہونے کے علاوہ ایک ماہر طبیب اور سنسکرت کے عالم تھے۔ علامہ غلام احمد پرویزؒ کی ابتدائی تربیت اپنے دادا کی زیرِنگرانی ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ میٹرک تک پہنچتے پہنچتے ان کی نگاہ کی مشرقی مغربی افقین کافی وسیع اور ''باطنی علوم'' کی گہرائیاں کافی عمیق ہو چکی تھیں۔

بی۔اے پاس کرنے کے بعد سول سروس میں چلے گئے اور 1954ء میں جب کہ آپ وزارتِ داخلہ میں اسسٹنٹ سیکریٹری کے عہدہ پر فائز تھے۔ قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لی تاکہ اپنے قرآنی مشن کو پورا وقت دے سکیں۔

اس دوران میں آپ کی زندگی علمی معرکہ آرائیوں سے عبارت رہی۔ 1932ء میں ابوالکلام آزاد کے تفسیری ترجمہ، ترجمان القرآن کی پہلی جلد شائع ہوئی۔ انہوں نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کے سلسلے میں اپنے اس نظریہ کی تبلیغ بڑی صراحت سے کی تھی کہ:

> ''عالمگیر سچائیاں دنیا کے ہر مذہب میں یکساں طور پر پائی جاتی ہیں۔ اس لئے تمام مذاہب سچے ہیں لیکن پیروانِ مذہب سچائی سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ اگر وہ اپنی فراموش کردہ سچائی از سرِنو اختیار کر لیں تو میرا کام پورا ہو گیا۔ یہ فراموش کردہ سچائی کیا ہے؟ ایک خدا کی پرستش اور نیک عمل کی

زندگی۔ یہ کسی ایک گروہ کی میراث نہیں کہ اس کے سوا کسی انسان کو نہ ملی ہو۔ یہ تمام مذاہب میں یکساں طور پر موجود ہے۔''

علامہ پرویزؒ کی بصیرتِ قرآنی کے مطابق یہ نظریۂ اسلام کو اس کی جڑ بنیاد سے اکھیڑ کر رکھ دیتا ہے۔ یہ برہمو سماج کی تعلیم تو ہوسکتی ہے قرآن کی نہیں۔ اس لئے آپ نے اس کی تردید میں ایک تفصیلی مقالہ لکھا جو ماہنامہ معارف (اعظم گڑھ) (سید سلیمان ندوی کی زیرِ ادارت) کی جنوری 1933ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔

اس زمانے میں ابوالکلام آزاد کی شہرت تا بہ ثریا پہنچی ہوئی تھی۔ وہ قلم اور زبان کے بادشاہ اور علم کے سمندر سمجھے جاتے تھے۔ علماء کی صف میں وہ امام الہند قرار دیئے جاتے تھے۔ ان کی پیش کردہ تفسیر کی مخالفت اور وہ بھی ایک ''غیر مولوی'' کی طرف سے کسی کے حیطۂ تصور میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ لیکن یہ علامہ پرویزؒ کی جرأتِ ایمانی تھی کہ آپ نے سب سے پہلے اس تفسیر پر اپنی تنقید شائع کی۔

1926ء میں ریاست بہاولپور کی ایک عدالت میں ایک مسلمان خاتون نے دعویٰ دائر کیا کہ اس کا خاوند قادیانی مسلک اختیار کرنے سے مرتد ہو گیا ہے لہٰذا اس شخص سے مدعیہ کا نکاح فسخ قرار دیا جائے۔ یہ مقدمہ قریب نو سال تک زیرِ سماعت رہا اور آخرالامر محمد اکبر صاحب (مرحوم) ڈسٹرکٹ جج بہاولنگر نے 7 فروری 1935ء کو اس کا فیصلہ سنا دیا۔ یہ فیصلہ علامہ پرویزؒ کے ایک مضمون ''میکانکی اسلام'' میں ضمناً بیان کردہ نبی کی تعریف کی بنیاد پر سنایا گیا تھا۔ جس کا ذکر فاضل جج نے اپنے فیصلہ میں وضاحت کے ساتھ کیا تھا۔ اس طرح قادیانیوں کو پہلی بار کافر قرار دینے کی علمی بنیاد علامہ پرویزؒ کی فراہم کردہ تھی۔ بعد میں آپ نے اس موضوع پر ایک کتاب ''ختم نبوت اور تحریکِ احمدیت'' 1974ء میں شائع کی۔

علامہ اقبالؒ کے خاکہ کے مطابق جناب پرویزؒ نے سلسلہ ''معارف القرآن'' کی ابتدا 1928ء میں کی۔ پہلی جلد کا عنوان تھا۔ ''اللہ'' جو بعد میں ''من و یزداں'' کے نام سے شائع ہوئی۔ پھر ''ابلیس و آدم'' تحریر کی۔ جس میں آدم۔ ابلیس۔ ملائکہ۔ جن۔ شیطان۔ وحی۔ رسالت وغیرہ عنوانات پر قرآنی تصریحات پیش کی گئیں۔ معارف القرآن کی تیسری جلد ''جوئے نور''۔ چوتھی جلد ''برقِ طور'' اور پانچویں جلد ''شعلۂ مستور'' حضرت نوحؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک انبیاء کرامؑ کے حالات زندگی کو محیط ہیں۔ پھر نبی کریمﷺ کی سیرت طیبہ بعنوان ''معراجِ انسانیت'' شائع کی۔ وحی کی ضرورت اور اہمیت اجاگر کرنے کے لئے ڈھائی ہزار سال کی فکری کاوشوں کا نچوڑ۔ ''انسان نے کیا سوچا''۔ کے عنوان سے ایک کتاب میں پیش کیا۔ جس کو پڑھنے سے یہ حقیقت ابھر اور نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ عقلِ انسانی۔ انسانی مسائل کو حل کرنے میں کس طرح ناکام رہی ہے اور پھر یہ بتانے

کے لئے کہ وحی کی رو سے انسانی مسائل کا حل کیا ہے۔ آپؒ نے ایک کتاب بعنوان ''اسلام کیا ہے؟'' شائع کی۔ معاشی مسئلہ ہمارے دور کا اہم ترین مسئلہ شمار ہوتا ہے۔ اس دور میں معاشی نظریات کی بنیاد پر دنیا دو بڑے بلاکوں میں منقسم تھی۔ اس مسئلہ کے قرآنی حل کو پیش کرنے کے لئے آپ نے متعدد تقاریر کیں اور مضامین شائع کئے جن میں سے کچھ ''خدا اور سرمایہ دار'' نامی کتاب کی شکل میں شائع ہوئے۔ اس کے علاوہ ایک مبسوط تصنیف ''نظامِ ربوبیت'' شائع کی۔

تقدیر کا مسئلہ صدیوں سے الجھا چلا آ رہا ہے۔ اس مسئلہ کو قرآن کی روشنی میں حل کرنے کے لئے آپؒ نے ''کتاب التقدیر'' تحریر کی۔ آخرت کے متعلق قرآنی توضیحات کو ایک کتاب بعنوان ''جہانِ فردا!'' میں شائع کیا اور اس طرح قریب چالیس سال کی محنتِ شاقہ سے سلسلہ معارف القرآن کو تکمیل تک پہنچایا۔

علامہ احمد امین مصری (مرحوم) نے اپنی کتاب فجر الاسلام میں بڑی تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ دیگر قوموں کے تصورات کس طرح رفتہ رفتہ مسلمانوں پر اثر انداز ہوتے گئے اور یوں قرآن کے تصورات کی جگہ غیر قوموں کے تصورات نے لے لی۔ چنانچہ آج جسے مذہبِ اسلام کہا جاتا ہے۔ یہ مجموعہ ہے مختلف قوموں سے مستعار تصورات کا جن پر لیبل قرآنی اصطلاحات کا لگا دیا گیا ہے۔ ان تصورات سے اور تو اور عربی زبان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی تھی کہ قرآنِ حکیم کے الفاظ کا کوئی ایسا لغت مرتب کیا جائے جس میں نہ صرف الفاظ کے وہ معنی دیئے جائیں جو زمانہ نزولِ قرآن میں رائج تھے بلکہ ان الفاظ کے پس منظر میں قرآنی تصورات کی بھی وضاحت کی جائے۔۔۔۔ یہ کام ایک آدمی کے کرنے کا نہ تھا' لیکن اگر انسانوں کی ایسی جمعیّت موجود نہ ہو تو؟ جناب پرویز ہمت ہارنے والے نہ تھے چنانچہ آپ نے چار جلدوں میں ایک ایسا لغت تیار کر دیا جس کی تیاری میں اپنی قرآنی بصیرت کے علاوہ قریب پچاس عربی لغت حوالے کے لئے استعمال کئے۔

اس ضمن میں ایک دلچسپ واقعہ جناب پرویزؒ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے:

> ''اس لغت کے شائع ہونے کے بعد ایک دن ایک عراقی عالم مجھ سے ملنے کے لئے آئے۔ حکومتِ پاکستان کے رابطۂ عوامی کے ایک آفیسر بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اس نے کہا کہ عراقی علماء کی ایک تنظیم قرآنِ مجید کا لغت مرتب کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس کے لئے انہوں نے چاہا ہے کہ جہاں جہاں قرآن کا لغت مدون کرنے کا کام ہوا' یا ہو رہا ہو' ان حضرات سے مل کر اس سلسلہ میں ضروری معلومات حاصل کی جائیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس سلسلہ میں مجھ سے ملنے آئے ہیں اور یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ تنظیم کون سی ہے جس کے زیرِ انتظام تمہارے لغت کی تدوین کا کام شروع کیا گیا۔ وہ جماعت کن علماء پر مشتمل تھی' جس نے

اس لغت کو مرتب کیا۔ اس کی تکمیل میں کتنا عرصہ لگا۔ اس پر کس قدر خرچ اٹھا۔ اس کی اشاعت کا انتظام کس نے کیا؟ وغیرہ وغیرہ۔ میں نے ان سے کہا کہ اس کے لئے نہ کوئی تنظیم تھی' نہ جماعت' نہ کوئی مالی ذریعے تھے نہ مادی اسباب۔ یہ سب کچھ میں نے تنہا کیا ہے اور اس کے ساتھ یہ تمام کتابیں بھی تصنیف اور شائع کی ہیں جو آپ کو ان الماریوں میں نظر آ رہی ہیں۔ وہ صاحب خندۂ زیرلبی سے یہ سب کچھ سنتے رہے۔ میں کسی کام کے لئے گھر کے اندر گیا۔ باہر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایکا ایکی اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت طنزیہ انداز سے علیک سلیک کرتے ہوئے واپس جا رہے ہیں۔ ان کا یہ انداز اور اقدام ایسا ناقابل فہم تھا کہ ان سے اس کی وجہ دریافت کرنے کو جی ہی نہ چاہا۔ کچھ دنوں بعد' رابطۂ عوامی کے اس افسر سے جو ان کے ساتھ آئے تھے سرِ راہ میری ملاقات ہوئی' تو میں نے ان سے پوچھا کہ اس دن کیا بات ہوئی تھی؟ انہوں نے کہا کہ آپ اندر گئے ہیں تو ان صاحب نے کہا یہ شخص بالکل غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص تنہا اتنا کام کر لے' سو جب یہ اصلی بات بتانا نہیں چاہتا تو اس سے کچھ پوچھنا بیکار ہے۔ میں یہ سن کر مسکرایا اور ان سے کہا کہ خیر گذری میں نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ اس دوران میں میں نے تیس سال سرکاری ملازمت بھی کی ہے (اس نے اسے بتا دیا تھا)۔'' (طلوع اسلام' دسمبر 1978ء صفحہ 49)۔

سلسلۂ معارف القرآن اور لغات القرآن کے علاوہ جناب پرویزؒ نے ''مفہوم القرآن'' تین جلدوں میں مرتب کیا۔ قریب ڈھائی ہزار عنوانات کے تحت قرآنی مضامین کو مرتب کر کے ''تبویب القرآن'' شائع کی اور ''مطالب الفرقان'' کے نام سے تفسیر مرتب کر رہے تھے جس کی سات جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

سلیم کے نام خطوط (تین جلدوں میں) اور ''طاہرہ کے نام خطوط'' قرآنی تعلیمات پر مشتمل ادب پارے ہیں۔ کم تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے اسلامی معاشرت اور پھر قرآن کے بیان کردہ قوانین۔ بعنوان ''قرآنی قوانین'' اور انگریزی زبان میں کتاب۔۔۔ (Islam a Challenge to Religion) اس پر مستزاد ہیں۔ غرض کس کس کاوش کا ذکر کیا جائے۔

ان علمی کارناموں کو سرانجام دینے کے علاوہ آپ نے تحریکِ پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ قائداعظمؒ کے ارشاد کے مطابق دہلی سے ماہنامہ طلوع اسلام جاری کیا جو اپنے پہلے دور میں اپریل 1938ء سے مئی 1942ء تک باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا اور اس کے ذریعے آپ نے تحریک پاکستان کے مخالف نیشنلسٹ علماء کے مقابلے میں قلمی جہاد کیا۔ اس دور میں یہ

واحد جریدہ تھا جس نے تحریک پاکستان کے دینی پہلو کو اجاگر کیا اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ تحریک پاکستان کی صحیح اور مکمل تاریخ طلوع اسلام کے اس دور کے فائل کے بغیر مرتب نہیں کی جا سکتی۔

قائداعظمؒ پروٹوکول کے بڑی سختی سے پابند تھے۔ انہیں کوئی شخص پیشگی وقت لئے بغیر نہیں مل سکتا تھا لیکن یہ شرف جناب پرویزؒ کو حاصل تھا کہ آپؒ کسی بھی وقت قائداعظمؒ سے ملاقات کر سکتے تھے۔ باوجود اتنے قریب ہونے کے جناب پرویزؒ نے کبھی اس بات کو فخریہ بیان نہیں کیا اور نہ ہی پاکستان بن جانے پر کوئی مراعات حاصل کیں۔

پاکستان بن جانے کے بعد جنوری 1948ء میں آپؒ نے دوبارہ طلوع اسلام شائع کرنا شروع کیا۔ جو باقاعدگی سے تاحال جاری ہے۔ پاکستان بن جانے کے بعد پاکستان کے دشمن عناصر بھی یہاں ہجوم کر کے آ گئے اور یہاں آ کر پر پرزے نکالنے لگے۔ اب ان کے پیش نظر مقصد یہ تھا کہ ان کی مخالفت کے علی الرغم اگر پاکستان بن ہی گیا ہے تو اس میں وہ نظام نہ رائج ہونے دیا جائے جس کے لئے اسے حاصل کیا گیا تھا۔ وہ اسلام کی آڑ میں یہاں تھیا کریسی رائج کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ اب دوبارہ جناب پرویزؒ کو ان کے خلاف قلمی جہاد کرنا پڑا۔ قراردادِ مقاصد اور علماء کے بائیس نکات اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں جن پر جناب پرویزؒ نے تفصیلی تنقید کی۔ آپؒ نے تفصیلاً بتایا کہ جسے علماء سنت کہتے ہیں وہ نہ تو متفق علیہ ہے کہ اس کی رو سے کوئی متفق علیہ قانون مرتب کیا جا سکے۔ علماء کا سنت پر اس قدر زور دینا محض اس لئے ہے کہ یہاں قرآنی نظام رائج نہ کیا جا سکے۔ مخالفین سے آپؒ کے پرزور دلائل کا جواب تو بن نہ پڑا۔ انہوں نے آپؒ کے خلاف فتویٰ کفر دے دیا جس پر ایک ہزار ''علماء'' کے دستخط ثبت تھے۔

ضخیم تصانیف کی لمبی فہرست۔ ماہنامہ طلوع اسلام کے ہزارہا صفحات۔ ہفتہ وار درس اور تقاریر کے ٹیپس (Tapes) کا ڈھیر جواب سی ڈی/ ڈی وی ڈی کی شکل میں دستیاب ہیں نیز تسوید کے بعد طباعت بھی ہو چکی ہے۔ تحریکِ پاکستان میں' باوجود سرکاری ملازم ہونے کے سرگرم شمولیت' قائداعظمؒ سے قرب حاصل ہونے کے باوجود مراعات حاصل کرنے سے انکار' اپنے خلاف کفر کے فتوؤں سے بے پروا ہو کر اپنے مشن میں مگن۔ اپنی ہزار سالہ تاریخ کھنگال ڈالئے۔ ہے کوئی ایک بھی ایسا شخص جس نے تنِ تنہا اتنا زیادہ اور اتنا ٹھوس کام کیا ہو؟

5 اکتوبر 1984ء کو آپ نے آخری بار درسِ قرآن دیا اور اس کے بعد مسلسل بستر علالت پر رہے۔ اور 24 فروری 1985ء کو شام چھ بجے آپؒ اس دارفانی سے انتقال فرما گئے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍO وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِO (55:26-27)-

کیونکہ ؎

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں
☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزمِ طلوعِ اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہو چکی ہے۔ یہ جلدیں 20x30/8 کے بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ	نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	160/-	سورۃ النمل	(27)	280	225/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	110/-	سورہ القصص	(28)	334	250/-
سورۃ البقرہ (اول)	(2)	500	350/-	سورہ عنکبوت	(29)	388	275/-
سورۃ البقرہ (دوم)	(2)	538	350/-	سورہ روم، لقمان، السجدہ	(30,31,32)	444	325/-
سورۃ البقرہ (سوم)	(2)	500	350/-	سورہ احزاب، سبا، فاطر	(33,34,35)	570	325/-
سورہ النحل	(16)	334	250/-	سورہ یٰسین	(36)	164	125/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	275/-	29واں پارہ (مکمل)	----	544	325/-
سورۃ الکہف و سورہ مریم	(18-19)	532	325/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	325/-
سورہ طٰہٰ	(20)	416	275/-				
سورۃ الانبیآء	(21)	336	225/-				
سورۃ الحج	(22)	380	275/-				
سورۃ المؤمنون	(23)	408	300/-				
سورۃ النور	(24)	264	200/-				
سورۃ الفرقان	(25)	389	275/-				
سورۃ الشعرآء	(26)	454	325/-				

ملنے کا پتہ: ادارہ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ)، 25/B، گلبرگ 2، لاہور۔ فون نمبر: +92-42-3571 4546

بزم ہائے طلوعِ اسلام اور تاجر حضرات کو ان ہدیوں پر تاجرانہ رعایت دی جائے گی۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

بیادِ غلام احمد پرویز

عبدالعزیز خالدؔ۔۔ اسلام آباد

ہو گیا رخصت بساطِ تنگنائے دہر سے
اک خدا آگاہ، روشن فکر مردِ خود گرے
دانش و بینش کا پیکرؔ، پُر بہار و خوش صفات
کلک و قرطاس و لبِ اظہار جس کی کائنات
اک ادارہ، ایک تحریک، اک مشن تھی جس کی ذات
شمع رکھی جس نے روشن فکرِ قرآنی کی تاحینِ حیات
طعنے گمراہی کے سنتا، وار بدنامی کے جو سہتا رہا
بات اپنے دل کی بیباکی سے لیکن برملا کہتا رہا
مہر خاموشی لگی خوفِ فسادِ خلق سے
جس کے ہونٹوں پر نہ پل بھر کے لئے
(کیوں نہ ہو جدت پسندی کو اِبا تقلید سے
کیا دماغِ نکتہ پرور کور مغزوں سے ڈرے؟)
جہل فتوے جس کے کفر و قتل کے دیتا رہا
کشتیِ عمرِ رواں جو بحرِ ہیبت ناک میں کھیتا رہا
قرض مرگِ ناگہاں سے روز جو نقدِ نفس لیتا رہا

زندگی بھر تنگ ظرفی سے کیا جس نے نباہ
اک زمانہ جس کے عزم و استقامت کا گواہ
بے گناہی کے سوا کیا تھا بھلا اس کا گناہ؟
تھی بقولِ محرماں اس کو نہ حرصِ مال و جاہ
باوجودِ بے نوائی بے محابا، بے پناہ
کچھ نہ رکھتا تھا وہ اقبالی قلندر
جُز دو حرفِ لاالٰہ

کوہکن کی جس میں پامردی، یہ وہ پرویز تھا
اور اسی باعث تھی شیریںؔ خرد اس پر فدا
صاحبِ فرہنگ، اندیشہ سگالے عاقلے
کہتے تھے جس کے عقیدت مند ''بابا جی'' اُسے
وہ وفاداری بشرطِ استواری کی مثال
عمر بھر کی بے قراری کا ثمر جس کا کمال
تھے بہم جس میں مذاقِ منطق و ذوقِ جمال
آگہی کی اِک فروزاں شمع تھی جو بجھ گئی
آہ بیدردی تری! اے زندگی! اے زندگی!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

غلام احمد پرویز

بٹالہ/ لاہور

علامہ غلام احمد پرویز مرحوم کی تاریخ پیدائش ۹/ جولائی ۱۹۰۳ء ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران مرکزی حکومت ہند کے ہوم ڈیپارٹمنٹ میں ملازم تھے۔ قیام پاکستان کے ساتھ ہی وہ مرکزی حکومت پاکستان میں منتقل ہو گئے اور ۱۹۵۵ء میں اسسٹنٹ سیکرٹری کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

شیدائی ء اقبالؒ ہونے کے ناطے' آپ ۱۹۳۰ء سے مسلمانوں کی جداگانہ آزاد مملکت کے اس تصور کو آگے بڑھاتے رہے جسے حضرت علامہ اقبالؒ نے الٰہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں اپنے صدارتی خطبہ میں پیش کیا تھا۔

۱۹۳۷ء کے موسم گرما میں' علامہ اقبالؒ کے ایماء پر حضرت قائداعظمؒ نے اپنے قیامِ شملہ کے دوران علامہ پرویز کو بلا کر فرمایا کہ یہ مولوی صاحبان تحریک پاکستان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں' اس کی مدافعت کے محاذ کو میں تمھارے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت قائداعظمؒ کی ہدایت پر وہ تمام ضروری اقدامات کئے گئے جن کے نتیجہ کے طور پر ماہنامہ ''طلوع اسلام'' کے دور جدید کا اجراء' مئی ۱۹۳۸ء کے شمارے کے ساتھ عمل میں آیا۔ اس ماہنامہ میں پرویز صاحب نے قرآن کریم کے عطا فرمودہ ''دوقومی نظریہ'' اسلامی مملکت کی ضرورت اور اس کے بنیادی تقاضوں پر گرانقدر مقالات لکھے۔ اس دوران کانگرسی اور نیشنلسٹ علماء کی طرف سے مسلمانوں کی جداگانہ آزاد مملکت کے خلاف جو کچھ لکھا جاتا رہا' اس کا آپ نے موثر دفاع کیا۔

علامہ موصوف اس وقت سرکاری ملازمت میں تھے' اس لئے مسلم لیگ کے سٹیج سے بات کرنا تو ان کے لئے دشوار تھا تاہم دہلی اور اس کے گردونواح کے ایسے تمام شہروں میں جہاں شام کو جا کر اگلے روز علی الصبح واپس آیا جا سکے' مسلم لیگ

کے شبانہ جلسوں کے فوراً بعد اسی سٹیج سے بزمِ اقبال کی محفل آراستہ کی جاتی جس میں پرویز صاحب قرآن کریم اور فکر اقبالؒ کی روشنی میں تحریک پاکستان اور مسلمانوں کی جداگانہ مملکت کے تصور کو واضح طور پر قوم کے سامنے پیش کرتے۔

یہ عملی جدوجہد قیام پاکستان تک جاری رہی۔ حتیٰ کہ جب ۱۹۴۶ء میں سرخ پوشوں اور کانگرس کی ملی بھگت سے مسلم اکثریت کے صوبہ سرحد میں، پاکستان میں شمولیت/ عدم شمولیت کے سوال پر ریفرنڈم کرانا طے پایا گیا تو پرویز صاحب صوبہ سرحد میں تشریف لے گئے اور اس وقت کے سرحد مسلم لیگ کے صوبائی صدر خان بخت جمال خان اور ان کے رفقاء کی معاونت سے صوبہ کی کانگرسی وزارت اور سرخپوش لیڈر خان عبدالغفار خان کو ہمہ جہت مخالفتوں کے علی الرغم سرحد کے مسلم عوام کا فیصلہ کن ووٹ پاکستان کے حق میں ڈلوانے میں کامیاب ہوئے۔

علامہ پرویز ۳۸۔۱۹۳۷ء سے حضرت قائداعظم علیہ الرحمتہ کے، تحریک پاکستان کی دینی اساس کے موضوع پر ذاتی مشیر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ یہی وہ واحد شخصیت تھی جنھیں حضرت قائداعظمؒ سے پیشگی وقت لئے بغیر ان کی خدمت میں، کسی وقت بھی باریابی کا شرف حاصل رہا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ قائداعظمؒ نے قرآنی ہدایات سامنے آجانے کے بعد ہمیشہ انہی کے مطابق عمل کیا۔ پرویز صاحب ان معدودے چند دانشوروں میں شامل ہیں جنھوں نے بقول پیر علی محمد راشدی، پاکستان کی سکیم کی تیاری میں مدد کی تھی۔

حضرت قائداعظمؒ علامہ پرویز پر غایت اعتماد رکھتے تھے اور ان کی رائے کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ جب اسکا وقت آیا تو ان سے پاکستان کے سیکرٹریٹ کے لئے مناسب افسروں کے انتخاب کے لئے سفارش طلب کی۔

قیام پاکستان کے بعد اپنی وفات تک جب کسی دریدہ دہن نے بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ یا ان کے رفقاء کے خلاف ہرزہ سرائی کی ناپاک کوشش کی تو یہی مردِ مجاہد آڑے آیا اور ہر موقع پر ایسے مدلل مقالات سپرد قلم کئے جن سے تحریک پاکستان کے ان زعماء کی عظمت کردار نکھر اور ابھر کر قوم کے سامنے آتی رہی۔

علامہ غلام احمد پرویز نے ۲۴ فروری ۱۹۸۵ء کو وفات پائی۔

(بشکریہ تحریک پاکستان گولڈ میڈل ۱۹۸۹ء،
شعبہ تحریک پاکستان، محکمہ اطلاعات وثقافت،
حکومت پنجاب)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی
azureabbas@hotmail.com
www.azharabbas.com

اقامتِ دین فرض ہے

قارئین کرام سے گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل چار اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

(1) ''اقامتِ دین تمام فقہائے اسلام کے نزدیک متفقہ اور مسلمہ فریضہ ہے۔ اس میں اختلاف اور تفرقہ حرام ہے۔ جس طرح دین کی تبلیغ ہماری ذمہ داری ہے۔ دین کے احکامات پر انفرادی اور اجتماعی طور پر عمل درآمد بھی ہماری ذمہ داری ہے، یہ ذمہ داریاں ہم نے ازخود نہیں لیں بلکہ رب کائنات جس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا وہ ہمارا مالک اور حقیقی ولی ہے۔ وہی اس کا حق رکھتا ہے کہ وہ انسانی پیدائش کا مقصد بتائے اور اس کے لئے ضابطہ اور قانون بتائے۔ اس نے ہمیں انبیاء کا وارث قرار دیا ہے، اس نے انبیاء کی بعثت کا مقصد اقامت دین کو قرار دیا۔ حضورﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا لہٰذا یہ فریضہ امت مسلمہ کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس طرح ازخود اقامت دین ہماری زندگی کا مقصد بن جاتا ہے۔ مقصد زندگی قرار دینے کے بعد یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے مقصد زندگی کا صحیح شعور حاصل کریں اور اس کے مطابق اپنے اندر مطلوبہ اخلاق، اوصاف اور استعداد پیدا کریں۔''

(2) ''ایسے تمام نصوصِ قرآنی سے بطور اقتضا، اسلامی حکومت کے قیام کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ اور مسلم معاشرے کے تمام افراد پر اسلامی حکومت قائم کرنے کی کوشش کرنا حدِ استطاعت تک فرض ہے اور استطاعت کے باوجود اسلامی حکومت قائم کرنے کی کوشش نہ کرنا ویسے ہی گناہ اور معصیت ہے۔ جیسے صاحب استطاعت مسلمان پر روزہ، نماز، زکوٰۃ، حج فرض ہے اور ان فرائض کا ترک کرنا عافیت کو برباد کرنا ہے۔''

(3) حکومت اگر اللہ کے قانون پر مبنی ہے اور اس کا حکم جاری کرتی ہے تو اس کی اطاعت فرض ہے اور اگر ایسی نہیں ہے تو اس کی اطاعت جرم (ہے)۔

(4) مومن وہ ہے جو قرآنِ کریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ واحد، مکمل اور آخری ضابطۂ حیات خیال کرے۔ ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ اس دنیا میں نظام الٰہی کے قیام کے لئے پوری پوری کوشش کرے۔ وہ جس ملک اور مقام میں بھی ہو

وہیں سے اس جدوجہد کو شروع کردے کیونکہ نظام الٰہی کسی مقام یا کسی دور سے مختص نہیں ہے۔ اس کی پوری پوری کوشش یہی ہو کہ تمام باطل نظامہائے حیات کو اکھیڑ کر پھینک دے اور اللہ کی زمین پر صرف اور صرف اللہ کے قانون اور نظام کو جاری کر دے۔ اس لئے کہ اسی نظام کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت ہے اور جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت کرنا چاہتے ہوں ان کے لئے ازبسکہ ضروری ہے کہ ان کا دیا ہوا نظام جاری کریں۔ جو لوگ اللہ کے نظام کے علاوہ کسی بھی نظام کے تحت زندگی بسر کرنے پر رضامند ہوں وہ اللہ و رسول کے باغی، عادی اور نافرمان ہیں، خواہ وہ کتنے ہی نماز و روزہ کے پابند ہوں۔ غیر اسلامی نظام میں زندگی بسر کرنا جرم ہے اور غیر اسلامی نظام میں جس قدر رزق حاصل ہوتا ہے وہ قطعاً حرام ہے، اس رزق کا ایک ایک لقمہ حرام ہے۔ (کیونکہ اس کی تقسیم قانونِ خداوندی کے مطابق نہیں ہوتی)۔''

جناب نے مندرجہ بالا چاروں اقتباسات ملاحظہ فرمائے۔ یہ اقتباسات پڑھ کر معاً آپ نے خیال فرمایا ہوگا کہ یہ اقتباسات رسالہ طلوع اسلام سے ماخوذ ہوں گے لیکن ایسا نہیں ہے، ان اقتباسات میں سے پہلے دو اقتباسات موقر رسالہ ترجمان القرآن بابت دسمبر 2011ء کے ہیں۔ جس میں ایک مضمون بعنوان ''اقامتِ دین فرض ہے'' طبع ہوا ہے۔ مضمون نہایت جامع ہے اور اپنے عنوان کی نسبت سے اس درجہ عمدہ کہ آنکھوں سے لگانے کو دل چاہتا ہے۔ تیسرا اقتباس مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی کتاب ''قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں'' سے لیا گیا ہے اور چوتھا اقتباس ہمارے اپنے ایک مضمون کا ہے جو رسالہ طلوع اسلام میں طبع ہوا تھا۔

تین اقتباسات جماعت اسلامی کی فکر کے اور چوتھا اقتباس تحریک طلوع اسلام کی فکر کا عکاس ہے۔ ان دونوں تحریکوں کا اقامتِ دین کے فرض ہونے پر مکمل اتفاق ہے۔

ان اقتباسات کو پڑھ کر اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ جب ''اقامت دین تمام فقہائے اسلام کے نزدیک متفقہ اور مسلمہ فریضہ ہے اور اس میں اختلاف اور تفرقہ حرام ہے'' تو ہمارے علماء کرام پاکستان کے قیام کے اس درجہ مخالف کیوں تھے افراد سے صرف نظر کرتے ہوئے غور کریں تو جمعیت العلماء ہند، علماء کرام کی نمائندہ جماعت تھی۔ اس جمعیت کی اصولی پالیسی قیام پاکستان کے خلاف تھی۔ فرداً فرداً بھی اس دور کے معروف اور مستند علماء کرام، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، حضرت اقدس جناب مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا فیض الحسن صاحب، یہ سب حضرات قیام پاکستان کے سخت مخالفین میں سے تھے۔ اور کانگریس سے سمجھوتہ کرنے کے خواہاں جس سمجھوتے میں دور دور تک اقامتِ دین کا امکان ہی نہیں تھا۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ خود حضرت مولانا مودودی صاحب، باوجود ان کی اس واضح تحریر کے، قیام پاکستان کے خلاف تھے۔ قیام پاکستان کے عرصہ دراز کے بعد

بھی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے بیان دیا تھا کہ وہ قیامِ پاکستان کے گناہ میں شامل نہیں تھے' کیا کوئی شخص یہ باور کرسکتا ہے کہ اتنا بلند پایہ عالم' دین کی فرضیت سے غافل ہوسکتا ہے۔

دوسری بات غور کرنے کی یہ ہے کہ جب اقامتِ دین امتِ مسلمہ پر اس درجہ فرض ہے کہ تمام فقہائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے اور تفرقہ اس میں حرام ہے تو وہ کیا وجہ ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد سے امتِ مسلمہ نے نہ تو اقامتِ دین کا فریضہ ادا کیا ہے اور نہ ہی اس کی اس درجہ اہمیت ہمارے علمائے کرام نے کبھی محسوس کی ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں ان وجوہات اور ان موانع کا تذکرہ پیش خدمتِ عالی کیا جاتا ہے جو اقامت دین میں واقع ہوتی ہیں۔ چونکہ اس رسالہ کی ہمیشہ یہ پالیسی رہی ہے کہ یہ کسی شخصیت یا کسی جماعت کو اپنا ہدف نہیں بناتی تاکہ کسی کے جذبات مجروح نہ ہوں' اس لئے اس مضمون کی مخاطب خاص طور پر جماعت اسلامی یا کوئی شخصیت نہیں ہے بلکہ یہ مضمون ان حضرات کی خدمت عالی میں پیش کیا جاتا ہے' جو اقامت دین کے خواہشمند ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے دور میں دین کا نظام جاری فرمایا۔ اللہ کا دیا ہوا دین جس کو حضور ﷺ نے عملاً اس دنیا میں ''سرزمینِ حجاز میں جاری فرمایا' اس دین کی اطاعت اللہ ورسول کی اطاعت تھی' یہ حضور ﷺ کی ذاتی' انفرادی اطاعت نہیں تھی بلکہ یہ **Functional** اطاعت تھی' قرآنِ کریم نے شخصیات کا دور ختم کر کے' اجتماعی دور اور نظام **Institution** کو متعارف کرایا ہے۔ ہمارے علماء کرام سے تسامح ہوا کہ انہوں نے اس **Functional** اطاعت کو حضور ﷺ کی ذاتی' پرائیویٹ اور انفرادی اطاعت قرار دے دیا۔ حضور ﷺ کے اپنے ہی دور میں حضور ﷺ کے ماتحت افسران یعنی اولوالامر حکام کی اطاعت' حضور ﷺ کی ہی اطاعت سمجھی جاتی تھی۔ یہ اطاعت بھی صرف معروف میں ہوتی تھی۔ معروف کے علاوہ آپ ﷺ کے مقرر کردہ حکام کی اطاعت فرض نہیں تھی۔ حضور ﷺ کے دور میں اس اطاعت کی بجا آوری میں کوئی دقت نہیں تھی۔ حضور ﷺ سامنے موجود تھے' آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل فوری کردی جاتی تھی' حضور ﷺ کے دور میں اس اطاعت کی بجا آوری میں کوئی التباس یا دقت نہیں تھی۔ بحث اس بات میں ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد اور اس دور میں حضور ﷺ کی اطاعت کس طرح سے کی جائے۔ ہمارے علماء کرام نے حضور ﷺ کی اس اطاعت کو ان کی ذاتی اطاعت گردانتے ہوئے' اسی کو روایات کی طرف منتقل کردیا' اور اس طرح اقامتِ دین کا راستہ مسدود کردیا۔ جبکہ تحریک طلوع اسلام' قرآن کی اپنی تعلیم کے مطابق' اس اطاعتِ رسول کو' حضور ﷺ کے بعد' اس زندہ' محسوس اتھارٹی کی طرف منتقل کرتی ہے' جو اس نظام کو جاری رکھنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ تحریک طلوع اسلام کے نزدیک حضور ﷺ کی وفات کے بعد' یہ اطاعت حضرت ابوبکرؓ کی طرف منتقل ہوتی ہے' اور اس تحریک کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ کی اطاعت ہی حضور ﷺ کی

اطاعت کے مرادف ہے۔اس نظریہ کی رو سے دین کا قائم کرنا لازمی اور ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ اس نظریہ کی رو سے اگر دین قائم نہیں ہے تو مسلمان اطاعت رسول سے محروم ہو جاتے ہیں' چونکہ اطاعت رسول ﷺ لازمی امر ہے۔اس لئے اقامتِ دین کے علاوہ حضور ﷺ کی اطاعت کے لئے اور کوئی طریقہ باقی نہیں رہتا۔علماء کرام چونکہ روایات کی اطاعت سے حضور ﷺ کی اطاعت کر لیتے ہیں تو انہیں اقامتِ دین کی ضرورت اور اہمیت باقی نہیں رہتی۔یہ ہے وہ اصل وجہ جس کی بنا پر خلافتِ راشدہ کے بعد سے آج تک کبھی دین قائم نہیں ہوسکا اور جب تک ہمارے علماء کرام روایات کے ذریعہ اطاعتِ رسول جاری رکھیں گے' دین کبھی بھی قائم نہیں ہوگا۔

ضمناً عرض ہے کہ آج کل مسلم ممالک میں اسلامی نظام کی لہر دوڑ رہی ہے اور **Tunisie** کے معروف عالم راشدعنوشی صاحب نے اعلان فرمایا کہ وہ چھٹی خلافت راشدہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جب ملوکیت نے خلافت کا خاتمہ کر دیا اور اموی اور عباسی خلفاء تلوار کے زور پر مسلمانوں کی گردنیں کاٹ کر خلافت کی مسند پر قابض ہو گئے' تو اس وقت کے علماء کرام نے اللہ کی اطاعت تو قرآن کے ذریعے کر لی لیکن ان کے سامنے یہ دشواری آئی کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کس طرح کریں' اگر مسلمانوں کی قسمت یاوری کرتی تو وہ خلافت راشدہ کے نظام کو دوبارہ جاری کرنے کی کوشش کرتے لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی کہ ایسا نہیں ہوا اور اس دور کے علماء یہ لغزش کر گئے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی اطاعت کا طریقہ روایات کی اطاعت کو قرار دے دیا' اس نظریہ کے قائم ہونے کے بعد روایات کو وحی کا درجہ دے دیا گیا اور روایات کو جمع کرنا شروع کر دیا گیا اور اس طرح حضور ﷺ کی وفات کے اڑھائی سوسال کے بعد روایات کے مجامع اور مسانید تیار ہونے لگے' جن کی اطاعت کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت قرار دے دیا گیا۔قرآن کریم میں جہاں **اطیعوا الرسول** کے الفاظ آتے ہیں عملاً ان کا مفہوم یہی لے لیا گیا کہ روایات کی اطاعت کرو۔

جو حضرات اقامتِ دین کے لئے کھڑے ہوں ان کے لئے ضروری ہے کہ ان کے سامنے دین اور مذہب کا تصور واضح ہو۔ہمارے علماء کرام کے سامنے یہ تصور واضح نہیں ہے اور یہ سارا الجھاؤ اسی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔مذہب خدا اور انسان کے مابین ایک ذاتی تعلق کا نام ہے۔مذہب کا وجود انسان کے اپنے ذہن میں ہوتا ہے۔فرد متعلقہ سے باہر خارج میں اس کا وجود نہیں ہوتا۔مذہب میں انسان اور خدا کے درمیان یہ تعلق پرستش کی چند رسومات کے ذریعے قائم کیا جاتا ہے۔ہر انسان پرستش کی چند رسومات ادا کر کے' یہ محسوس کر لینے لگتا ہے کہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم ہو گیا ہے' یہ تعلق انفرادی' داخلی' **Subjective** ہوتا ہے۔جس کے لئے کسی نظام کی ضرورت نہیں ہوتی' مذہب دنیا کے مسائل حل کرنے کا دعویٰ ہی نہیں کرتا' اس کو اس دنیا کے مسائل سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔مذہب کے نتائج آخرت میں برآمد ہوتے ہیں جبکہ دین

کے نتائج اسی دنیا میں سامنے آ جاتے ہیں' چونکہ دین کے نتائج اسی دنیا میں سامنے آ جاتے ہیں' اس لئے ان نتائج کے سامنے آنے سے دین کے دعاوی کی تصدیق یا تکذیب اسی دنیا میں سامنے آ جاتی ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ دین درست ہے یا غلط۔ ارشاد ہوتا ہے:

یَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ O مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (39:39-40)-

اے میری قوم تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ میں بھی اپنی جگہ عمل کر رہا ہوں پھر عنقریب ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر وہ آفت آتی ہے جو اس کو (دنیا میں) رسوا کر دے گی اور اس پر دائمی عذاب نازل ہو گا۔

یہ چیلنج اور دعویٰ دین ہی کر سکتا ہے' مذہب کے بس کی یہ بات نہیں ہے۔

انبیاء کرامؑ ہمیشہ دین لے کر آتے تھے' ان کے متبعین آہستہ آہستہ اس کو مذہب میں تبدیل کر دیتے تھے۔ ہم مسلمانوں کے ساتھ بھی بالکل ایسا ہی ہوا کہ ہم نے دین کو مذہب میں تبدیل کر کے' پرستش کی چند رسومات میں محدود کر دیا۔ عیسائیت' یہودیت' ہندوازم' بدھ مت' جین مت' یہ سب مذاہب ہیں ان میں سے کوئی مذہب دنیا کے مسائل حل کرنے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ جبکہ اسلام ایک دین ہے یہ دنیا کے مسائل حل کرتا ہے۔ جو قوم دین پر عمل کرتی ہے اس کو اس پر عمل کرنے سے دنیاوی مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے انسانیت سے کئے ہیں وہ وعدے اس نظام کے ذریعے پورے ہوتے ہیں۔ دعائیں اس نظام کی معرفت پوری ہوتی ہیں۔ جو لوگ دین قائم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے' اس پر عمل کرنے سے سارے دنیاوی مسائل حل ہوتے ہیں اور اس نظام کی معرفت دنیا میں امن و امان قائم ہوتا ہے۔

ہمارے علماء کرام اس فرق کو سامنے نہ رکھنے کی وجہ سے مذہب کے داعی ہیں۔ جب انگریزوں نے برصغیر ہندو پاک پر اپنی حکومت مستحکم کر لی تو اس کے بعد انگلینڈ اور دیگر مغربی ممالک سے پادریوں کے غول کے غول ہندوستان آنے شروع ہو گئے اور انہوں نے یہاں کی آبادی کو عیسائی بنانا چاہا۔ خود حکومت وقت کی نگرانی میں مناظرے منعقد ہوتے تھے' اگرچہ حکومت انگریزوں کی تھی جو خود عیسائی تھے' اس کے باوجود ہمارے قابل احترام علماء کرام نے بالکل بے خوفی اور نہایت درجہ کی جرأت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور اسلام کو حق اور عیسائیت کو باطل مذہب ثابت کیا۔ لیکن ہمارے ان علماء کرام کی بنیادی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے بھی اسلام کو بحیثیت ایک مذہب کے ہی پیش کیا اور اس کو عیسائیت کے مقابلہ میں درست ثابت کیا۔ عیسائیت خود مذہب ہے' اس کا اسلام سے مقابلہ کرنا ہی غلط ہے۔ اگر ہمارے علماء کرام کے سامنے دین ہوتا

تو وہ اسلام کا مقابلہ جمہوریت سے کرتے اور یہ ثابت کرتے کہ اسلام کا نظام جمہوریت کے نظام سے کئی درجہ بہتر ہے' اسلامی نظام کی خوبیاں بیان فرماتے اور جمہوری نظام کے نقائص اور اس کی خامیوں کی نشاندہی کرتے لیکن افسوس کہ ان کے سامنے دین اور مذہب کا فرق نمایاں نہیں تھا۔

بالکل یہی صورت قیام پاکستان کے وقت ہوئی' ہمارے علماء کرام بھی پاکستان کی مخالفت اسلام کے نام پر کر رہے تھے اور تحریک طلوع اسلام پاکستان کے قیام کو اسلام کے لئے ضروری قرار دیتی تھی۔ وجہ اس کی وہی مذہب اور دین کے تصور کا فرق تھا' ہمارے علمائے کرام مذہب کے داعی تھے جو چند رسوم پر مشتمل ہوتا ہے اور جو رسوم متحدہ ہندوستان میں ادا کی جا سکتی تھیں' جبکہ تحریک طلوع اسلام دین کی داعی ہے جس کو اپنی حکومت کی ضرورت لازمی ہوتی ہے۔

ہمارے علماء کرام کے سامنے دین کا تصور واضح طور پر آتا ہی نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِی الاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا (11:6)-

اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کی روزی کی ذمہ داری نہ ہو۔

جو لوگ دین کے قائل ہیں ان کے سامنے یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ رزق کے تھیلے آسمان سے نہیں پھینکتا' بلکہ اس کی یہ ذمہ داری اس کے نظام کے ذریعے پوری ہوتی ہے اور اس نظام میں ایک ایک فرد کو رزق فراہم کیا جاتا ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ اگر اسلامی مملکت میں کسی بستی میں ایک شخص بھی بھوکا سو گیا' اور اس کو اسلامی مملکت کی طرف سے رزق فراہم نہیں ہوا' تو اس ایک آدمی کی بھوک کی وجہ ساری بستی سے اس مملکت کی اطاعت ساقط مرفوع ہو جاتی ہے' اسی طرح حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ اگر اسلامی مملکت میں ایک کتا بھی فرات کے کنارے بھوک سے مر گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کی باز پرس بھی ان کی ذاتِ عالی سے کی جائے گی۔ لیکن ہمارے علماء کرام اس آیت کے ذیل میں رزق کی تقسیم میں اسلامی مملکت کو Involve نہیں کرتے حواشئی عثمانی میں اس آیت کے ذیل میں تحریر ہے:

''البتہ خدا کی قدرت کو ان اسباب عادیہ میں محصور و مقید نہ سمجھا جائے۔ وہ گاہ بگاہ سلسلۂ اسباب کو چھوڑ کر بھی روزی پہنچاتا ہے یا کوئی اور کام کر دیتا ہے۔ بہرحال جب تمام جانداروں کی حسب استعداد غذا اور معاش مہیا کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے تو ضروری ہے کہ اس کا علم ان سب کو محیط ہو ورنہ ان کی روزی کی خبرگیری کیسے کرے گا۔''

یہ رکیک تاویل صرف اس وجہ سے کی گئی ہے کہ ان کے سامنے دین نہیں ہے۔ اس آیت کی وضاحت تمام تفاسیر میں اسی طرح دی گئی ہے' جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی طرح اپنی تمام مخلوق کو رزق کو پہنچا دیتا ہے' لیکن اس کا ذریعہ مملکت یا اسلامی نظام نہیں ہوتا' بلکہ اسلامی نظام کے بغیر سلسلۂ اسباب کو چھوڑ کر' رزق مہیا کر دیتا ہے۔

اقامتِ دین میں ایک رکاوٹ عبادت کا غلط تصور ہے۔ مذاہب میں عبادت سے مقصود پرستش ہوتی ہے' لیکن دین میں عبادت کا مفہوم دین کی اطاعت ہوتا ہے۔ دین میں ہر حکم کی اطاعت عبادت ہوتی ہے اور ہر عبادت حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ چونکہ ہمارے علماء کرام نے دیگر مذاہب کی طرح عبادت کو پرستش خیال کرلیا ہے' جو ہر جگہ' کسی وقت بھی سرانجام دی جاسکتی ہے' اس لئے عبادت کے لئے اقامت دین کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی آپ ان چند آیات پر غور فرمائیں۔

(1) ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُولاً اَنِ اعْبُدُواْ اللّٰہَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ (6:36)-

اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول اس بات کے لئے بھیجا کہ لوگوں اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

اس آیۂ کریمہ میں طاغوت سے اجتناب کرنے کو عبادت خداوندی قرار دیا گیا ہے اور قرآن کریم نے طاغوت کو بھی خود ہی Define کردیا ہے۔ جب فرمایا:

یُرِیْدُونَ اَن یَتَحَاکَمُواْ اِلَی الطَّاغُوتِ (4:60)-

چاہتے ہیں کہ سرکشوں سے فیصلہ کرائیں' سرکشوں سے فیصلہ کرانے سے اجتناب کرنا' اور اسلامی حکومت سے فیصلہ کرانا۔

اور اس فیصلہ کی اطاعت کرنے کو اس آیت نے عبادت خداوندی بیان کیا ہے۔

(2) ارشاد ہوتا ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ أَطِیْعُواْ اللّٰہَ وَأَطِیْعُواْ الرَّسُولَ الخ **(4:59)-**

ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور تم میں جو صاحبانِ حکومت ہوں ان کی اطاعت کرو' اور تم میں اگر کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پلٹا دو۔ اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

اسلامی حکومت کے مرکز اور اس حکومت کے مقامی حکام کے فیصلوں کی اطات ہی عبادت الٰہی ہے۔ یہ بات یہاں غور طلب ہے کہ اسلامی حکومت سے فیصلہ کرانے کا حکم اور اس کی تاکید خود ان لوگوں کو کی جارہی ہے جو مسلمان ہو چکے ہیں' اس آیت کے مخاطب خود مسلمان ہیں غیر مسلم نہیں ہیں۔

(3) ارشاد ہوتا ہے:

فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُونَ حَتَّیَ یُحَکِّمُوکَ (4:65)-

اے رسول! تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہوسکتے تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنا حَکَم نہ بنا

لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو' اس سے کسی کے دل تنگ نہ ہوں بلکہ خوشی خوشی اس فیصلہ کو مان لیں۔

اس آیت میں اسلامی حکومت کے فیصلوں کی اطاعت کو عبادت خداوندی قرار دیا گیا ہے۔ پرستش کا کسی جگہ کوئی بھی ذکر نہیں ہے۔

(4) ارشاد ہوتا ہے:

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (12:40)-

حکومت صرف اللہ کے لئے ہے' اس کا حکم ہے کہ تم اس کے علاوہ کسی اور کی محکومیت اختیار نہ کرو اور یہی دین قیّم ہے۔

اس آیت میں پہلے **ان الحکم الا للہ**' حکومت صرف اللہ کے لئے ہے اور اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے: **امر الا تعبدوا الا ایاہ**' اس کا حکم ہے کہ تم اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ اس آیت میں اگر آپ عبادت سے مراد پرستش لیں گے تو یہ معنی بالکل بے ربط ہو جاتے ہیں۔ یعنی پھر اس آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ حکومت تو صرف اللہ کے لئے ہے' تم صرف اسی کی پرستش کرو' حالانکہ اللہ تعالیٰ کی پرستش تو کسی ملک میں' اور کسی حکومت میں بھی ہو سکتی ہے' اس لئے یہاں واضح اور درست معنے صرف محکومیت ہی ہو سکتے ہیں۔ نیز یہ کہ اس آیت نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ اللہ کی عبادت کے معنی' اس کی محکومیت اختیار کرنا ہی ہو سکتے ہیں' اس کے معنے پرستش کی رسوم کو ادا کرنا نہیں ہو سکتے۔

(5) ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ اَحَداً (18:110)-

چاہئے کہ اللہ کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖ اَحَدا (18:16)-

اللہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

ان دونوں آیات میں پہلی آیت میں عبادت کا لفظ آیا ہے اور اسی مفہوم کی ادائیگی کے لئے دوسری آیت میں حکومت کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ عبادت کے معنے محکومیت کے ہیں۔

(6) ارشاد ہوتا ہے:

اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ یَا بَنِیْ آدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطَانَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ O وَاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ

(36:61-60)-

اے آدم کی اولاد کیا میں نے تمہارے پاس یہ حکم نہیں بھیجا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ یقیناً تمہارا کھلا دشمن ہے اور صرف میری عبادت کرنا کہ یہ سیدھی راہ ہے۔

اس آیت میں شیطان کی عبادت سے منع کیا گیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی شیطان کی پرستش نہیں کرتا' اس کی اطاعت ہی کر سکتے ہیں' اس لئے عبات کے معنے اطاعت کے ہی ہیں اور یہی حکم ہوتا ہے کہ میری اطاعت کرو' یہی راستہ درست ہے۔

(7) ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيۡنَ اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوتَ اَن يَعۡبُدُوهَا وَاَنَابُوا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الۡبُشۡرَى (39:17)-

جو لوگ طاغوت سے بچے رہے اور اللہ کی طرف رجوع کیا ان کے لئے بشارت ہے۔

طاغوت کی وضاحت اوپر بیان کردی گئی ہے کہ طاغوت ہر وہ اتھارٹی ہوتی ہے جو انسانوں کے وضع کردہ قوانین کے مطابق فیصلے کرتی ہے اس میں وہ لیڈر اور حکمران بھی شامل ہیں جو انسانوں کے وضع کردہ قوانین جاری کرتے ہیں' ان اداروں اور ان لیڈروں کی اطاعت کی جاتی ہے۔ ان کی پرستش نہیں کی جاتی' یہاں **یعبدوھا** کے معنے اطاعت کرنے کے ہی ہوسکتے ہیں پرستش کرنے کے کبھی نہیں ہوسکتے۔

(8) ارشاد ہوتا ہے:

اِلَى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَئِهِ فَاسۡتَكۡبَرُوا وَكَانُوا قَوۡماً عَالِيۡنَ Oفَقَالُوا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَيۡنِ مِثۡلِنَا وَقَوۡمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ (47-46:23)-

اور ہم نے موسیٰ و ہارون کو فرعون اور اس کے امراء کی طرف بھیجا تو انہوں نے شیخی کی اور وہ سرکش لوگ تھے وہ آپس میں کہنے لگے کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم (بنی اسرائیل) ہماری محکوم ہے۔

یہاں تمام مترجمین اور مفسرین نے عابدون کا ترجمہ محکوم ہی کیا ہے' کسی ایک نے بھی یہ کہیں نہیں کہا کہ ان کی قوم بنی اسرائیل کی پرستش کرتی تھی۔ نیز یہ کہ ان دو آیات میں عابدون کا لفظ عالمین کے مقابلہ میں لایا گیا ہے۔ عالمین کے معنے سرکش اور مغرور کے ہیں۔ اسی لئے عابدون کے معنی محکوم کے ہوں گے' پرستندہ کے نہیں ہوسکتے۔

(9) سورۂ شعراء میں حضرت موسیٰؑ نے فرمایا:

وَتِلۡكَ نِعۡمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَىَّ اَنۡ عَبَّدتَّ بَنِىۡ اِسۡرَائِيۡلَ (26:22)-

اور یہ بھی کوئی احسان ہے جسے جو جتلا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو محکوم بنا رکھا تھا۔

واضح رہے کہ یہاں **عبدت** کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ تو نے محکوم بنا رکھا ہے۔ یہاں سے عبادت کا صحیح مفہوم یعنی محکومیت واضح ہو جاتا ہے کیونکہ بنی اسرائیل فرعون کی محکومیت میں تھے' وہ اس کی پرستش نہیں کرتے تھے۔

(10) ارشاد ہوتا ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَن يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الخ **(3:79)-**

کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ اس کو کتاب' حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں کو یہ دعوت دے کہ لوگو! اللہ کو چھوڑ کر میری اطاعت کرو۔

اس آیۂ کریمہ میں **کونوا عباداً لی** میں پرستش کا مفہوم آ ہی نہیں سکتا کیونکہ کسی بھی رسول نے یہ نہیں کہا کہ میری پرستش کرو۔اس لئے اس کی تردید ہی بے معنے تھی۔ یہاں ارشاد یہی ہو رہا ہے کہ کوئی رسول بھی یہ نہیں کہہ سکا کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے احکام کی اطاعت کرو۔ یہاں عبادت کے معنے صرف محکومیت ہی ہو سکتے ہیں پرستش کسی حال میں بھی نہیں ہو سکتے۔ **وتلک عشرة کاملة.**

قرآن کریم کی رو سے تو اسلامی نظام کے ہر حکم کی اطاعت عبادت الٰہی ہے۔قرآن نے جب یہ حکم دیا:

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُواْ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى (6:152)-

جب بات کرو تو انصاف کی کرو اگر چہ وہ کسی قریبی رشتہ دار کے خلاف ہی ہو۔

جب ہم اپنی گفتگو میں عدل کو پیش نظر رکھتے ہیں تو ہم عبادت الٰہی کرتے ہیں۔اسی طرح حکم ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اَوْفُواْ بِالْعُقُوْدِ (5:1)-

ایمان والو! اپنے عہد پورے کرو۔

جب ہم اپنے عہد پورے کرتے ہیں تو عبادت خداوندی کرتے ہیں۔اسی طرح جب ہم اسلامی ریاست کی عدالتوں کے فیصلے تسلیم کرتے ہیں تو ہم عبادت خداوندی کرتے ہیں' تو پھر پرستش کی کسی جگہ گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اس مضمون میں یہاں تک جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ:

قرآن کریم کی رو سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت براہ راست نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا واحد ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے۔

مَّنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (4:80)-

جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اللہ کی اطاعت کرنے کے لئے' حضورﷺ کی اطاعت کا درمیانی واسطہ نظرانداز کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اللہ کی اطاعت کرنے کے لئے' حضورﷺ کی اطاعت لازمی و لابدی کڑی ہے۔ حضورﷺ کی موجودگی میں تو یہ اطاعت کرنا آسان تھی۔ حضورﷺ کے احکامات کی بجاوری سے ان کی اطاعت ہو جاتی تھی' ساری بحث یہ ہے کہ حضورﷺ کی وفات کے بعد حضورﷺ کی اطاعت کس طرح کی جائے۔ ہمارے مذہبی طبقہ کا خیال ہے کہ یہ اطاعت روایات کے ذریعے کی جا سکتی ہے اور یہ مذہب ہوتا ہے۔ لیکن تحریک طلوع اسلام کا خیال ہے کہ حضورﷺ کی اطاعت وقتی اور ذاتی نہیں تھی بلکہ یہ اس نظام کی اطاعت تھی جو حضورﷺ لے کر آئے تھے اور یہ اطاعت اب بھی صرف نظام کے ذریعے ہو سکتی ہے' اسلامی نظام کا سربراہ' جو خارج میں ایک زندہ' محسوس اتھارٹی ہوتا ہے' اور قرآنی احکامات جاری کرتا ہے' اس سربراہ مملکت کی اطاعت' اللہ و رسول کی اطاعت ہوتی ہے۔ اور یہ دین ہے۔ اقامتِ دین کے داعین کو یہ فرق واضح طور پر ہر وقت اپنے پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔ ہمارا مذہبی طبقہ جب تک اس فرق کو پیش نظر رکھ کر' مقام حدیث کا صحیح تعین نہیں کرے گا' وہ کبھی بھی دین قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ اور یہی وہ فرق ہے جس کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے خلافتِ راشدہ کے بعد سے اب تک کبھی بھی اسلامی نظام قائم نہیں ہو سکا۔ جب تک آپ یہ وجہ دور نہیں کریں گے' اور حدیث کا صحیح مقام متعین نہیں ہوگا' کبھی بھی اقامتِ دین کی تمنا پوری نہیں ہو سکے گی۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ (11:88)-

میں نے تو جہاں تک مجھ سے بن پڑے اصلاح کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکرِ قرآنِ مجید علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔

WWW.QURANBREEZE.COM, WWW.TOLUISLAM.COM

سی ڈی اور کتب کی خریداری
☆ بیرون ملک **bazmdenmark@gmail.com, PDF.EBOOK**
☆ اندرون ملک' فون: 35753666 42 92+' ای میل: **trust@toluislam.com**

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن
ibne_sina@hotmail.com

علم پر مبنی معاشی تشکیل

ایشیا میں کئی ایسے ممالک کی مثالیں موجود ہیں جو ہماری طرح کے حالات سے دوچار رہے' لیکن ایماندار قیادت کے باعث جلد دنیا میں اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہوئے۔ سنگاپور 1960ء میں سولہ لاکھ کی آبادی والا ایک چھوٹا سا ملک تھا' جس کے پاس قدرتی وسائل کا بھی فقدان تھا۔ Lee Kwan Yew نے 5 جون 1959ء میں سنگاپور کی قیادت سنبھالی اور عمدہ حکومتی بنیادی ڈھانچہ تشکیل دیا۔ جس کے نتیجے میں یہ ملک 1964ء کی درآمدی پالیسی رکھنے والے ملک سے 1978ء تک ایک برآمدی پالیسی والے ملک میں تبدیل ہوگیا اور 1978ء تک سنگاپور کے صنعتی شعبے کا حصہ GDP کا 14 فیصد سے بڑھ کر 24 فیصد تک ہوگیا۔ شرح نمود بڑھ کر 10 فیصد سالانہ اور بیروزگاری 10 فیصد سے کم ہوکر 3.6 فیصد رہ گئی۔ 1978ء سے 1985ء کے دوران ہنرمند افراد کا معاشی ترقی میں حصہ 11 فیصد سے بڑھ کر 22 فیصد تک پہنچ چکا تھا۔ تنخواہوں کا اوسط 1979 کے 18400 سے بڑھ کر 1985ء تک 27,000 ڈالر کے اوسط تک پہنچ گیا۔

1986ء سے 1997ء کے دوران سنگاپور کی قیادت نے انجینئرنگ' پیٹروکیمیکل اور الیکٹرونکس جیسی صنعتوں کو خصوصی اہمیت دی۔ اس خصوصی توجہ کے نتیجے میں سائنسی تحقیق میں مصروف سائنسدانوں کی تعداد 3361 سے بڑھ کر 1997ء تک 11,302 ہوگئی۔ سنگاپور کا GDP 1980ء میں 12 کھرب ڈالر تھا جو 2010ء میں بڑھ کر 251 کھرب ڈالر ہوگیا۔ اس ملک میں بین الاقوامی کمپنیوں کی تعداد غیر ملکی سرمایہ کاری کی بدولت تین ہزار تک جا پہنچی ہے۔ Biotechnology سے متعلق صنعتیں سنگاپور میں اب خصوصی اہمیت کی حامل ہیں' اور اسی وجہ سے بڑی بڑی دواساز کمپنیاں یہاں اپنی شاخیں کھول رہی ہیں۔ سنگاپور آج بھی بڑی برق رفتاری سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اس کا شمار دنیا کی مضبوط ترین معیشت رکھنے والے ممالک میں ہوتا ہے۔ جس کا اندازہ اس کی موجودہ پیداواری شرح سے لگایا جا سکتا

ہے۔ جو 2010ء کی ابتدائی ششماہی میں 17.91 کی سطح پر پہنچ گیا ہے۔

کچھ اسی طرح کے اہداف ڈاکٹر مہاتیر محمد کی قیادت میں ملائیشیا نے بھی حاصل کئے ہیں۔ 1970ء تک ملائیشیا کی معیشت کا دارومدار معدنیاتی وسائل اور کھیتی باڑی پر تھا۔ حکومتی سطح پر معیشت کو نئے صنعتی خطوط پر ڈھالنے کی سنجیدہ کوششوں کے نتیجے میں اس ملک کا GDP 36 ملین امریکن ڈالر سے بڑھ کر 1980ء تک 414 بلین امریکن ڈالرز تک جا پہنچا۔ آج ملائیشیا کی High Technology برآمدات جن میں مائیکروچپ اور سیمی کنڈکٹر شامل ہیں تمام اسلامی ملکوں کی مجموعی برآمدات کا 86.57 فیصد ہے' اور یہ کامیابی انہیں ایک ایماندار قیادت کی بدولت حاصل ہوئی۔ آج اس ملک میں (Per Capita Income) سالانہ شرح آمدنی 14,700 امریکن ڈالر ہے۔

ایک اور مثال کوریا کی ہے' جو ابتداً اپنی کرپٹ اور نااہل قیادت کے باعث موجودہ پاکستان سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا لیکن یہ ملک اب اپنے آپ کو ترقی پذیر ممالک کی صف سے نکال کر ایک اقتصادی اور انتہائی ترقی یافتہ صنعتی ملک کی حیثیت سے منوا چکا ہے۔ 1961ء سے پہلے یہ ملک انتہا درجہ کی رشوت کا شکار تھا اور مکمل ناکامی کی نہج پر پہنچ چکا تھا۔ لیکن جنرل پارک کی دوررس اور جہاندیدہ قیادت میں اس ملک نے بہت زیادہ ترقی کی۔ جنرل پارک نے 1961ء میں اس ملک کی باگ ڈور سنبھالی اور اپنے دورِ حکومت میں اسے صنعتی اور معاشی اعتبار سے حیرت انگیز کامیابیوں سے دوچار کیا۔

آج اس ملک کی سالانہ شرح آمدنی 72 امریکن ڈالر سے بڑھ کر 30,200 امریکن ڈالر ہو گئی ہے اور ملک کا خالص داخلی پیداوار (GDP) 1.423 ٹریلین امریکن ڈالر تک پہنچ چکا ہے۔ ان کامیابیوں کی بڑی وجہ ہمسایہ ممالک خصوصاً جاپان سے اچھے تعلقات استوار کرنا تھا' جس کے نتیجے میں جاپان نے ایک بڑے سرمایہ کار کی حیثیت سے اس ملک میں خاصی سرمایہ کاری کی اور ساتھ ہی نئی ٹیکنالوجی متعارف کروائی۔

ان تمام مثالوں سے جو نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے ان میں سرفہرست اور بنیادی بات یہ ہے کہ کرپٹ حکمران دراصل ملک کی تباہی میں پہلی سیڑھی ثابت ہوتے ہیں۔ پاکستان اپنی 64 سالہ آزاد حیثیت میں ملٹری اور سویلین حکومتوں کے ادوار دیکھ چکا ہے۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ پاکستان میں ملٹری دورِ حکومت میں سویلین حکومت کی نسبت زیادہ ترقی ہوئی۔ یہ بات حیرت انگیز ضرور ہے مگر اس کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس صورت حال کی وجوہات تلاش کریں تو یہ بات واضح ہوتی

ہے کہ ہمارا موجودہ طرزِ حکومت جو برطانوی طریقۂ حکومت کی بھونڈی شکل ہے' ہمارے لئے کسی طرح بھی موزوں نہیں۔

برطانوی پارلیمانی نظام حکومت ہی ہمارے ملک میں فیوڈل سسٹم کو فروغ دینے اور شرح ناخواندگی میں کوئی تبدیلی نہ لانے کا سبب ہے۔ ہمارا جاگیردارانہ نظام تعلیم دشمن ہے۔ نیز ٹیکنالوجی اور جدید طرز کی سوچ کے فروغ میں بھی بہت حد تک مانع ہے۔ اس طرزِ حکومت نے ہمیشہ اس ملک کو کرپٹ حکمران اور انہی جیسے وزراء دیئے۔ ان کی ذہنی پسماندگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے الیکشن کمیشن کے سامنے اپنی اہلیت ثابت کرنے کے لئے جعلی ڈگریاں استعمال کیں۔ موجودہ پارلیمنٹ کے ارکان میں سے 51 فیصد نے جعلی ڈگریوں کی بنیاد پر الیکشن میں حصہ لے کر کامیابی حاصل کی' جبکہ مزید 250 ارکان اسمبلی کی ڈگریاں اس بنیاد پر مشکوک تصور کی جا سکتی ہیں کہ انہوں نے عدالت کے حکم کے باوجود اپنی دستاویزات HEC کو جمع ہی نہیں کروائیں۔ ان ارکان اسمبلی نے کروڑوں روپے خرچ کر کے الیکشن میں کامیابی اور حکومت میں شمولیت اختیار کی۔ اس پیسے کو وہ کرپشن کی سیاست اور لوٹ مار کا بازار گرم کر کے کئی گنا اضافے کے ساتھ وصول کر چکے اور نتیجتاً ملک کو مہنگائی کے اس عذاب تک پہنچا دیا گیا کہ غریب اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے جرم کا راستہ اختیار کرنے یا ان سے چھٹکارا پانے کے لئے خودکشی کرنے پر مجبور ہے۔

حکومت کا حصہ بن کر یہ وزراء قانون کو دھوکا دینے اور ٹیکسوں کی چوری کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور ان ذرائع سے کروڑوں روپے کماتے ہیں۔ چینی کی قیمتوں میں اضافہ اسی سلسلہ کی کڑی ہے' جو 32 روپے کلو سے بڑھ کر 80 روپے کلو تک جا پہنچی ہے۔ اس کا براہ راست فائدہ انہی کرپٹ سیاستدانوں کی جیبوں میں ہی پہنچا ہے۔

فوجی حکومت عموماً ٹیکنوکریٹس کو وزراء کے عہدوں پر فائز کرتی رہی ہے جو ان کی مہارت کی بدولت عمدہ کارکردگی کی بڑی وجہ ہوتی ہے لیکن فوجی حکومت ہماری مشکلات کا مستقل حل نہیں۔ اپنے ملک کو کامیابی کی منزل پر گامزن کرنے کے لئے ہمیں اپنے طرزِ حکومت کو بدلنا ہوگا۔ موجودہ صورت حال میں صدارتی پارلیمانی نظام ایک بہتر متبادل نظام ہے' جس میں وزیراعظم اپنی کابینہ کا انتخاب خود اہلیت کی بنیاد پر ٹیکنوکریٹس میں سے کر سکتا ہے اور ایسے ادارے جو ملک کی معیشت میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں جیسے اسٹیٹ بینک' اسٹیل مل' پی آئی اے' ریلوے وغیرہ کرپٹ ملازمین سے پاک ہو سکیں اور آزادانہ طور پر ترقی کر سکیں۔

پاکستان تباہی کے دہانے تک پہنچ چکا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ فوری اقدام کئے جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ مزید تاخیر اس

ملک کے لئے واپسی کا ہر راستہ مسدود کردے۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ لاہور' 6-1-2012)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نظریۂ خیر

ادارہ طلوع اسلام کے چیئرمین ڈاکٹر انعام الحق صاحب کا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ بعنوان ''نظریۂ خیر' فلسفۂ اخلاق اور قرآن کی روشنی میں'' شائع ہوگیا ہے۔ یہ فکر انگیز تصنیف ادارہ طلوع اسلام 25بی' گلبرگ 2' لاہور سے دستیاب ہے۔ 534 صفحات کی اس کتاب کی قیمت -/300 روپے ہے۔ 50فی صد کی خصوصی رعایت کے بعد صرف -/150 روپے میں علاوہ ڈاک خرچ ادارہ طلوع اسلام سے دستیاب ہے۔

بایزید یلدرم

صابر صدیقی صاحب کا نام طلوع اسلام کے حلقوں میں تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ طلوع اسلام ٹرسٹ سے ان کی کتابیں ابلۂ مسجد' اور کن فیکون شائع ہو کر قارئین سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ''بایزید یلدرم'' ان کا ایک تاریخی ناول ہے جو انہوں نے بہت محنت سے لکھا ہے۔ یہ ناول ادارہ طلوع اسلام سے رعایتی قیمت -/150 روپے علاوہ ڈاک خرچ میں دستیاب ہے۔

خریدار حضرات توجہ فرمائیں

مجلّہ طلوع اسلام کی درج ذیل خوبصورت جلدیں 275 روپے فی جلد علاوہ ڈاک خرچ دستیاب ہیں۔

70, 72, 73, 75, 76, 77, 83, 84, 85, 86, 87, 88, 91, 94, 98,

2000, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمیل احمد عدیل

''نُورِ بصیرت''

میری نظر میں

میاں نُور احمد صاحب اس زمانے کے اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں جب پڑھا لکھا ہونا آج کی نسبت کہیں زیادہ اعتبار اور وقار ایسے اوصاف رکھتا تھا۔ میاں صاحب تدریس کے شعبے سے بھی وابستہ رہے اور موقر انتظامی عہدے پر بھی اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے لیکن بطور متعلّم، معلّم اور منتظم وہ کبھی بھی لفظ وحرف کے نُورانی جہان سے بیگانہ نہیں ہوئے وگرنہ روزگار کے دل فریب غم اکثر علم دوستی کے حق میں چپکے سے رقیب کا کردار ادا کر جاتے ہیں۔ نصف صدی سے زائد عرصے پر محیط میاں صاحب کی فکری جڑت سے غیر مشروط لگاؤ اور والہانہ تعلق کا منور حوالہ ان کی یہ تصنیف ہے، جسے انہوں نے بجاطور پر ''نُورِ بصیرت'' سے معنون کیا ہے۔

میاں نُور احمد نے ''نُورِ بصیرت'' سے موسوم اس کتاب میں اپنی سوانح عمری رقم نہیں کی بلکہ اپنے عمر بھر کے غور وفکر کا نچوڑ پیش کر دیا ہے۔ مصنف کی سوچ کا مرکز قرآن مجید ہے اور ذہنی میلان کا محور افکارِ اقبال ہیں۔ جی ہاں! ''نُورِ بصیرت'' کو ''اقبال اور قرآن ایک مطالعہ'' ایسے مترادف عنوان سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبالؒ وہ خوش نصیب تخلیق کار ہیں، جن کے نظریات پر مسلسل کام ہو رہا ہے۔ اقبال کی زندگی سے ہی تفہیم اقبال کا سلسلہ آغاز ہو گیا تھا اور عہد موجود تک وہ پیہم تحقیق کا موضوع ہیں۔ اقبال کی ہر نظری جہت پر کتب تالیف ہوئیں لیکن ''اقبال۔۔۔ بحیثیت مفکرِ قرآن'' کم ہی پیش ہوئے۔ ''نُورِ بصیرت'' کے خالق چونکہ شمع قرآنی کے پروانے ہیں لہٰذا انہوں نے قومی شاعر کو قرآنی تناظر میں دیکھنے اور دکھانے کو ترجیحی عمل کا حصہ بنایا ہے۔

مصنف موصوف کا یہ کام اس لحاظ سے نہایت معتبر ہے کہ انہوں نے ژرف نگاہی سے اللہ کی آخری کتاب کے بنیادی پیغام کو اپنے شعور کا جزو ر بنایا ہے اور علامہ اقبال کے تصورات اور خیالات کو پورے ارتکاز کے ساتھ آئینہ ابصار پر اتارا ہے لیکن آپ ان کا عجز ملاحظہ فرمائیں کہ پوری کتاب میں کسی ایک جگہ بالواسطہ انداز میں بھی انہوں نے یہ تاثر نہیں ابھرنے دیا کہ وہ مفسرِ قرآن ہیں یا شارح اقبال ہیں۔ انہوں نے خود کو ایک طالب علم ہی ظاہر کیا ہے۔ لیکن میری نظر میں وہ ایسے پختہ فکر دانشور ہیں کہ قرآن ان کے عقیدے کا مرکز رہا ہے اور اقبال ان کی عقیدت کا نقطۂ ماسکہ اور علامہ اقبال سے ان کی عقیدت اس کارن نہیں رہی کہ ایک زمانہ اس غیر معمولی شاعری کا شیدائی ہو چکا ہے بلکہ اس شیفتگی میں معروضیت کا

جو ہر کارفرما ہے۔ سچی بات ہے اقبال ہی برِعظیم کے باقاعدہ اولین مفکرِ قرآن ہیں۔ انہوں نے اللہ کی کتاب کو بالکل غیر روایتی طریق سے بالاستعیاب پڑھا اور اس صحیفے کو قیامت تک کے انسانوں کی فلاح اور بہبود کا واحد دستور یقین کیا۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال کے مخصوص قرآنی تناظرات سے رسمیات کے پجاری ذرا کم ہی اتفاق کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کیا عجب اسی لئے وہ انہیں عظیم فلاسفر' باکمال شاعر تو قرار دیتے ہیں لیکن انہیں مفکرِ قرآن کہتے ہوئے جھجکتے ہیں اور اس کتاب کے لکھاری کے مندرجات پڑھ کر یہی نئی طرف سامنے آتی ہے کہ اقبال کی سب سے بڑی شناخت ہی یہ ہے کہ انہوں نے قرآنی مضامین کی تفکیر کو اپنا محبوب مشغلہ بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال کا کلام قرآن مجید کی منظوم ترجمانی کرتا ہے۔

علامہ اقبال اور قرآن سے مصنف ''نُورِ بصیرت'' کی حیران کن وابستگی نے انہیں جس عظیم انعام سے نوازا ہے' وہ ہے بے پایاں عشق رسول ﷺ! خود اقبال بھی نبی مکرم ﷺ کی محبت میں سرشار رہتے تھے' انہوں نے قرآن اور صاحبِ قرآن کو اکائی تسلیم کر کے ہی اپنے لئے صداقت کا جادہ تراشا تھا اور یہی فیضانِ اقبال' مولف محترم کے وجود و وجدان میں تراز و ہوا ہے کہ جمالِ نبوی ﷺ کا اعتراف کئے بغیر عرفانِ قرآن ممکن ہے نہ بارگاہِ ایزدی میں کسی نوع کے شرف سے مشرف ہوا جا سکتا ہے۔ سو مجھے ''نُورِ بصیرت'' کے مطالعہ کے دوران ہر گھڑی حضور نبی کریم ﷺ سے عشق و محبت کی ثروت مند شمع برابر فروزاں ملی ہے۔ تاثر ایک چمتکار ہے مگر تاثیر تو سچی توانائی کی بدولت ہی عطا ہوتی ہے اور مکرم مصنف کے ہاں تاثیر کی صداقت کا طلسم صرف اور صرف حضرتِ اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات سے لازوال عشق نے ابھارا ہے۔ انہوں نے جو کچھ بھی پایا ہے وہ آپ ﷺ ہی کی وساطت سے پایا ہے۔ انہیں خوب معلوم ہے کہ:

علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی

''نُورِ بصیرت'' کے تخلیق کار کا سب سے بڑا خواب مرکزِ ملت کا قیام ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جب تک خلافتِ راشدہ از سرِ نو تسلسل آشنا نہیں ہو جاتی دینِ اسلام اپنی سابقہ شوکت کے ساتھ دوبارہ ظہور نہیں کر سکتا۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

''(نیکی کے کاموں میں) طاقتور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔''

اور اقبال نے اسی خیال کو شعری پیکر میں یوں ڈھالا تھا:

وہ سجدہ روحِ زمین جس سے کانپ جاتی تھی
اُسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

جب تک اسلامی ریاست قائم نہیں ہو جاتی' قرآن مجید بطور آئین نافذ العمل نہیں ہو جاتا' مسلمان خوشحالی کو ترستے رہیں گے اور دنیا میں اسی طرح مغلوب رہیں گے۔ میاں نور احمد صاحب کا غم و غصہ بجا ہے کہ قرآن اور حضور ﷺ نے ہمیں اجتماعیت کے جس ارمغان کی برکت عطا فرمائی تھی' ہم نے اسے گنوا دیا ہے۔ فرقوں میں بٹ کر ہماری وحدت پارہ

پارہ ہو چکی ہے۔ عالم اسلام کس نعمت سے محروم ہے‘ دنیا کی ہر دولت اسے میسر ہے لیکن فکری و عملی انتشار وافتراق نے اسے غلام بنا رکھا ہے اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ہمارے پیشوا اپنی اپنی جماعت‘ اپنے اپنے گروہ کو پروان چڑھانے میں منہمک ہیں۔ باقیوں کی تغلیط اور تکذیب میں محو ان رہبروں کو پتہ ہی نہیں کہ اپنی قوت کو کس بے دریغ انداز میں وہ خرچ کئے جا رہے ہیں۔ میاں صاحب نے اس نکتے پر خاص زور دیا ہے کہ مسلمان آخری امت ہیں‘ حضورﷺ ہر پہلو سے آخری رسولﷺ اور نبیﷺ ہیں‘ چنانچہ نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کی تمام تر ذمہ داری اب ملت اسلامیہ پر عائد ہوتی ہے اور قوانین خداوندی کے مطابق رضائے ربانی کی جستجو میں گم رہنا تسخیرِ فطرت کے ان تھک عمل سے ہر ساعت جڑے رہنا ہی عبادت کہلاتا ہے۔ اس قرآنی پس منظر میں ہم میں سے کتنے ہیں جو حقیقی عابد اور زاہد ہیں؟

صاحبو! ''نُورِ بصیرت'' حلہ تنویر ہے‘ اس کے نُور کو ہمیں اپنے شعور میں منتقل کرنا ہوگا‘ اگر ہم نے اسے بھی اپنی عادت کے مطابق طاق میں رکھ دیا تو شاید مصنف کو یہ شکوہ دہرانا پڑے۔ ؎

وہ جو گیت تم نے سُنا نہیں مِری عمر بھر کا ریاض تھا
مِرے درد کی تھی وہ داستاں جسے تم ہنسی میں اڑا گئے

ملنے کا پتہ: نشریات‘ 40 اردو بازار‘ لاہور‘ قیمت 500 روپے۔

موبائل: 0321-4589419

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(یکے از مطبوعات ادارہ باغبان ایسوسی ایشن)

ریزولیوشن نمبر 27‘ مورخہ 25-12-2011

تجویز: شعبۂ نشر واشاعت کے لئے تقرر خاص

محترم طارق ایم ملک صاحب‘ چارہان‘ نیومری

باغبان ایسوسی ایشن یہ اجلاس شعبۂ نشر واشاعت کے لئے محترم طارق ایم ملک صاحب کے تقرر کی نہ صرف توثیق کرتا ہے بلکہ بہت بڑی توقعات رکھتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو باغبان ایسوسی ایشن اور قرآن فہمی کے لئے بھرپور طور پر استعمال کریں گے۔

پتہ رابطہ: 1- ملک حنیف وجدانی‘ صدر باغبان ایسوسی ایشن‘ سنبل سیداں‘ نیومری

2- صبینہ یاسمین‘ سینئر نائب صدر‘ باغبان ایسوسی ایشن‘ ٹبی سیداں‘ سوہاوہ‘ جہلم

3- تنویر صادق‘ نائب صدر‘ باغبان ایسوسی ایشن‘ میاں چنوں‘ خانیوال

4- ڈاکٹر حامد حسین‘ نائب صدر‘ باغبان ایسوسی ایشن‘ بلاک C‘ ڈیرہ غازی خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عاطف طفیل

’’جینا شروع کیجئے‘‘

(ایک مکالمہ)

عاطف: ersonality Development سیریز کے یہ Unique Talk Shows آپ کو اپنی زندگی بہتر اور مؤثر طریقے سے گزارنے میں مدد دیں گے۔ اب تک اگر آپ کی زندگی آپ کو گزار رہی ہے تو یہ Talk Shows آپ کو اپنی زندگی کا کپتان بنا دیں گے۔ آپ کی بے بسی ختم کریں گے اور آپ کو بند گلی سے باہر نکالیں گے۔ آپ کو دل کا سکون دیں گے اور آپ کی زندگی کو خوشحال کریں گے۔

اس سلسلے کے پہلے پروگرام کا موضوع ہے ’پریشان ہونا چھوڑیئے‘ جینا شروع کیجئے‘۔ آج کل ہم سب کسی نہ کسی وجہ سے پریشان ہیں۔ غریب پریشان ہے کہ گزارہ کیسے ہوگا اور امیر پریشان ہے کہ نہ جانے کب دولت ہاتھ سے نکل جائے۔ والدین اولاد کے ہاتھوں پریشان ہیں اور اولاد والدین سے ناراض ہے۔ جلسے ہی جلسے ہیں۔ الزام تراشیاں ہی الزام تراشیاں ہیں۔ دعوے ہی دعوے ہیں‘ بیانات ہی بیانات ہیں۔ تقریریں ہی تقریریں ہیں اور پریشانیاں ہیں کہ مسلسل بڑھتی جا رہی ہیں۔

آج ہم نے کچھ دوستوں کو دعوت دی ہے کہ وہ ہمیں ان پریشانیوں سے نجات کی راہیں بتائیں۔ ہمارے ساتھ ہیں حسین‘ ان کے پہلو میں سلیم ہیں اور خواتین کی نمائندگی کر رہی ہیں بشریٰ۔

حسین میں چاہوں گا کہ آپ ہمارے ساتھ پریشانیوں کی بنیادی وجہ Share کریں۔

What is the root cuase of these multiple worries that all of us experience day in and day out?

حسین: شکریہ عاطف۔ پریشانیوں کی بنیادی وجہ کو سمجھنے کے لئے ہمیں انسانی ذہن کی Working کو سمجھنا ہوگا۔ خیالاتِ انسانی (Human Mind) ذہن کی خوراک ہیں اور ان گوناگوں خیالات کی جگالی کرتے رہنا انسانی ذہن کی فطرت ہے۔ خیالات وہ بادل ہیں جو ہر وقت ہمارے ذہن کے آسمان پر چھائے رہتے ہیں تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں۔

عاطف: اس کا مطلب یہ ہوا کہ خیالات Villain ہیں اور ان خیالات سے چھٹکارا ہی ہمیں پریشانیوں سے نجات دلائے گا۔

حسین: بالکل بالکل۔ ارتکازِ (Meditation) سے ہم ان Mechanical خیالات کے سیلاب سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ توجہ کے لئے دو وقت مناسب ہیں' صبح کا اور شام کا۔ صبح فجر کے بعد اور شام مغرب کے بعد۔ ایک ایسا گوشہ تلاش کریں جہاں تنہائی ہو اور سکون ہو۔

زمین پر بیٹھیں چوکڑی مار کر بیٹھیں۔ یہ مشکل ہو تو پھر آپ کرسی پر بھی بیٹھ سکتے ہیں لیکن اس میں پاؤں ننگے ہوں اور دونوں پاؤں زمین کے ساتھ جڑے ہوئے ہوں یعنی زمین کے ساتھ ارتھ ہو کر بیٹھیں۔

آنکھیں بند کر لیں' چہرہ اوپر' ٹھوڑی اٹھی ہوئی۔ کمر بالکل سیدھی' کمر میں کوئی جھکاؤ نہ ہو' کوئی کبڑا پن نہ ہو' بالکل سیدھے ہو کر بیٹھیں۔

اب بڑی تسلی بڑے سکون اور بڑے اطمینان کے ساتھ اپنی توجہ اپنے سانس پر لگائیں اور دیکھیں کہ سانس آ رہا ہے۔ سانس جا رہا ہے۔ Inhale بھی ہے اور Exhale بھی ہے۔

اب ساری توجہ سانس کی آمد و رفت پر مرکوز کر دیں کہ یہ آیا یہ گیا' یہ آیا یہ گیا۔

ایک دو مرتبہ تو آپ اس پر دھیان کر لیں گے۔ اس کے بعد خیال آپ کو بھگا کر کہیں کا کہیں لے جائے گا۔ عجیب و غریب باتیں یاد آنے لگیں گی۔ اب خیال کی لگام تھامیں اور اسے واپس سانس پر لے آئیں۔ ذرا سی دیر کو آپ کا خیال آپ کی سانس کی آمد و رفت پر رہے اور پھر ادھر ادھر ہو جائے گا۔ خیال اور توجہ کو بھاگنے دیں لیکن پھر آہستگی سے اور نرمی سے توجہ کو پھر سانس کے Inflow اور outflow پر لگا دیں اور کوشش کر کے زیادہ دیر تک اپنی توجہ سانس پر رکھیں۔ جوں جوں ہم اپنی توجہ کو اپنے سانس کی آمد و رفت پر مرکوز رکھنے پر مہارت حاصل کرتے جائیں توں توں ہم پریشان کرنے والے خیالات سے چھٹکارا پاتے جائیں گے۔

عاطف: حسین اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب ہم اپنی پریشانیوں کو detached observation دیں گے تو وہ جھاگ کی طرح بیٹھنا شروع ہو جائیں گی۔

حسین: جی جی پریشان کرنے والے خیالات کو بغیر کسی لاگ اور لگاؤ کے توجہ دینے سے یہ خیالات ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ ہماری for or against پر مبنی attention ہی ان خیالات کو زندہ رکھتی ہیں۔ بغیر کسی وابستگی کی توجہ سے یہ پریشان کن خیالات نو دو گیارہ ہو جاتے ہیں۔

عاطف: اچھا سلیم یہ بتائیں کہ پریشانیوں سے نجات کی کوئی اور راہ بھی ہے۔

سلیم: شکریہ عاطف۔ یقیناً جہاں چاہ ہو وہاں راہ پیدا ہو ہی جایا کرتی ہے۔ Where there is a will there is a way. میں سمجھتا ہوں کہ انسان اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لئے جب پریشان ہوتا ہے تو حالت بہتر بنانے کی صلاحیت اس سے چھن

جاتی ہے۔ میرے نزدیک 'حسن عمل' ہی پریشانی کا علاج ہے۔

عاطف: مہربانی فرما کر 'حسن عمل' کی term کو ہمارے لئے آسان بنائیے۔

سلیم: 'حسنِ عمل' ایسا عمل ہے' جو ہمارا توازن (Balance) بحال کر دے۔ میں ایک مثال سے 'حسنِ عمل' کی تشریح کرتا ہوں۔ آپ گاڑی چلا رہے ہیں اور آپ کی گاڑی puncture ہو جاتی ہے۔ آپ کی گاڑی لڑکھڑانا شروع کر دیتی ہے اس کا Balance آؤٹ ہو جاتا ہے۔ آپ کا کسی petrol pump پر جا کر گاڑی کے Tyre پر puncture لگوانا 'حُسنِ عمل' ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں آپ کی کار کا Balance واپس آ جائے گا۔ ہم اپنی تمام پریشانیوں کا علاج ایسے ہی چھوٹے 'اعمال حسنہ' سے کر سکتے ہیں یعنی ایسے صلاحیت بخش اعمال جو ہمارا ذہنی' جذباتی اور جسمانی توازن بحال کر دیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو جسمانی وجذباتی توازن بحال کرنے والے 'اعمال حسنہ' کی دو مثالیں دے کر میں اس تصور کو مزید واضح کرنا چاہوں گا۔

عاطف: Pleas go ahead

سلیم: ایک ٹانگ سے محرومی کے بعد انسان لکڑی کی ٹانگ لگوا کر اپنا جسمانی توازن بحال کر سکتا ہے اور اس کا یہ عمل 'حُسنِ عمل' کہلائے گا۔ گلے شکوے کر کے اپنے Emotional balance کو upset کرنے والے دوسروں سے اپنی توقعات کم یا ختم کر کے اپنے emotional balance کو حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کا یہ عمل 'حسنِ عمل' قرار پائے گا۔

عاطف: بہت خوب سلیم آپ کی مثالوں سے مجھے یوں لگا جیسے کسی سے اندھیرے کمرے میں آ کر bulb کا on switch کر دیا ہو۔

بشریٰ: دل ہی تو ہے' نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

خواتین کو عموماً اچھا دکھنے اور چاہے جانے کی آرزو رہتی ہے۔ جب کسی وجہ سے یہ آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں تو وہ پریشان ہو جاتی ہیں۔

عاطف: تو پھر کیا خواتین کے لئے اس بند گلی سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔

بشریٰ: راہ تو اسے نظر آئے گی جو دیوار میں دروازہ بنائے گا۔ اگر آپ کو کسی طرف سے کوئی محبت نہیں ملی تو مایوس نہ ہوں۔ آپ خود ہی کسی سے محسنِ سلوک کرو۔ کوئی باوفا نہ ملے' تو بے وفا ہی سہی۔ توجہ کا متلاشی جب دوسروں کو توجہ دیتا ہے تو اس کی پریشانیاں دم توڑنے لگتی ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ خواتین کو اچھا لگتا ہے کہ کوئی ان کی تعریف کرے اور انہیں قابلِ قدر سمجھے لیکن خود سے کسی کی تعریف کر کے بھی تو law of reciprocity کے تحت تحسین حاصل کی جا سکتی ہے۔ خود سے پیش قدمی کر کے بھی تو خانگی ومعاشرتی زندگی میں اپنا مقام بنایا جا سکتا ہے۔

سو باتوں کی ایک بات میں تو بس یہ سمجھتی ہوں کہ صنفِ نازک کی پریشانیاں اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتیں جب تک وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ 'مانگنے سے تو بھیک نہیں ملتی تو محبت کیسے مل سکتی ہے'۔

عاطف: حسین یہ بتائیں کہ پریشانی اور خوف کا بھی آپس میں کوئی تعلق ہے۔ ہمارے خوف بھی تو ہمیں پریشان رکھتے ہیں۔ بیمار ہو جانے کا خوف، غریب ہو جانے کا خوف، مرجانے کا خوف، اپنی آرزو کو حاصل نہ کرنے کا خوف۔

حسین: خوف ایک Warning system ہے جو ہمیں آنے والے خطروں سے آگاہ کرتا ہے۔ خوف اگر حدود کے اندر رہے تو یہ ہمارے Survival کا ضامن بنتا ہے اور اگر یہ خوف حدود فراموش ہو جائے تو ہمیں پریشان کر دیتا ہے۔ صحت مند حدود سے بڑھے ہوئے تمام خوف ہماری قوتِ عمل کو ختم کر دیتے ہیں اور ہم اندیشوں کا شکار ہو کر حال کے تقاضوں سے فرار حاصل کر لیتے ہیں۔ خوف ہمارے امکانات کو ختم کر دیتا ہے۔ بیمار ہو جانے کے خوف سے ہم Healthy lifestyle اختیار کر کے نجات حاصل کر سکتے ہیں، غربت کے خوف سے چھٹکارا اپنی earning power میں اضافہ کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ہم اپنی آمدن اور اخراجات کے درمیان توازن پیدا کر کے بھی غربت کو اپنے گھر کی دہلیز میں داخل ہونے سے روک سکتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ سادہ زندگی اختیار کر کے ہم خوشحالی کے سفر پر بھی رواں دواں ہو سکتے ہیں۔

سلیم: عاطف میں یہاں پر حسین کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ کہوں گا کہ اگر ہماری آرزو ہمارے حاصل سے زیادہ ہو تو ہم غریب ہی رہیں گے اور اگر ہمارا حاصل ہماری آرزو سے زیادہ ہو جائے تو ہم امیر ہو جاتے ہیں۔

عاطف: بشریٰ Albert Ellis ایک Psychologist تھا اس کا Rational Emotive Therapy کا طریقۂ علاج ہمیں پریشانیوں کا مقابلہ کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ اس طریقۂ علاج کے بارے میں ہمارے ناظرین کو بتائیں۔

بشریٰ: Albert Ellis کے مطابق غیر معقول سوچ ہی ہماری پریشانیوں کا بنیادی سبب ہے۔ غیر معقول سوچ کی وضاحت کرنے کے لئے Ellis نے ABC کا نظریہ پیش کیا۔ اس نظریے کے مطابق A وہ واقعہ یا تجربہ ہے جو فرد کو پیش آتا ہے اور C اس کا emotional reaction ہے۔ Ellis کا کہنا یہ ہے کہ فرد کا Emotional reaction، A یعنی واقعہ (Incident) یا تجربہ experience کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ B کی وجہ سے ہوتا ہے۔ B سے مراد فرد کا 'A' یعنی واقعہ یا تجربے کی طرف رویہ یا خیال ہے۔ اگر دو افراد کے A کی طرف رویے یا خیال مختلف ہوں تو ان کا emotional reaction بھی مختلف ہوگا۔ مثلاً اگر دو طالب علم امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں تو ایک کا ردِ عمل یعنی emotional reaction یہ ہوتا ہے کہ یہ بہت برا ہوا ہے۔ میں تو بالکل نالائق ہوں، مجھے study چھوڑ دینی چاہئے۔ اس emotional reaction کے نتیجے میں یہ

طالب علم بے حد غمزدہ اور پریشان ہو جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسرا طالب علم یہ سوچتا ہے کہ کوئی بات نہیں اگر میں اس دفعہ فیل ہو گیا تو محنت کر کے اگلی مرتبہ پاس ہو جاؤں گا۔ میری اس ناکامی سے مجھے اپنی غلطیوں کا پتہ چلا ہے اور اب میں محنت کروں گا اور اپنی خامیاں دور کر کے Next time پاس ہو جاؤں گا۔ دونوں طالب علم فیل ہونے کے ایک جیسے تجربے سے گزرے لیکن ایک emotional reaction اس کے لئے پریشانی کا باعث بنا جب کہ دوسرے کا emotional reaction کامیابی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اس مثال سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ پریشانی حالات سے نہیں خیالات سے پیدا ہوتی ہے۔

عاطف: سلیم ہمیں ماضی کی تلخ یادیں اور مستقبل کے متعلق اندیشے بھی تو پریشان کرتے رہتے ہیں۔ ماضی اور مستقبل کے درمیان swing ہونے سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔

سلیم: ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ زندگی ماضی اور مستقبل میں نہیں حال میں ہوتی ہے۔ Life is always in the Present جو ہو گیا اسے بھول جائیں۔ جو مل نہ سکا وہ آپ کا نہیں تھا جو آپ کا ہے کوشش سے آپ کو ضرور مل جائے گا۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے ہمیں گزرے ہوئے وقت پر پریشان ہو کر اپنے Present کو upset نہیں کرنا چاہئے۔ اسی طرح مستقبل کی تشویش بھی بے وقوفی ہے۔ ہمارا مستقبل خوشحال ہوگا اگر ہم اپنے Present کو پوری توجہ کے ساتھ سنوارنے کی کوشش کریں گے۔

حسین: میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اپنے آپ سے زیادتی ہے کہ شام کا منظر نہ دیکھ پانے کے غم میں رات کا سرور بھی گنوا دیا جائے۔ یہ یقیناً پرلے درجے کی نادانی ہے کہ اگر آپ صبح سویرے شبنم سے فائدہ نہ حاصل کر سکیں تو اسی الجھن میں طلوع آفتاب کا منظر بھی کھو دیں۔

عاطف: آپ سب کی باتوں سے مجھے لگتا ہے کہ پریشانی کا علاج ہمارے اپنے پاس ہے۔ کوئی دوسرا ہماری اتنی مدد نہیں کر سکتا جتنی مدد ہم خود کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ سب کے مفید مشورے ہمیں کو اپنی پریشانیاں دور کرنے میں Help کریں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ضرورت رشتہ

ایک بیٹی عمر 26 سال' ڈاکٹر آف فارمیسی' لیکچرار/سٹوڈنٹ M.Phil' کے لئے قرآنی گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔
خواہش مند حضرات اس فون نمبر پر رابطہ کریں۔

Mobile:0321-6627559

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

عطاء الحق قاسمی
attaul.haq@janggroup.com.pk

اقبال کی ناپسندیدہ شاعری

میں اگرچہ اقبال کی صناعی کا بہت قائل ہوں تاہم میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اقبال کی شاعری کو بین کر دینا چاہئے' اللہ کا شکر ہے کہ اس کی شاعری کا کچھ حصہ تو پہلے ہی سے چھپا کر رکھا گیا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ اسے ہوا نہ لگنے پائے۔ مثلاً

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو

جبکہ دوسری طرف ہمارے حاکم اور ہمارے سیاستدان جلسے جلوسوں میں

ایک ولولہ تازہ دیا تو نے دلوں کو

والا شعر پورے تواتر سے استعمال کرتے ہیں اور عوام کو سمجھاتے ہیں کہ اقبال نے یہ شعر ان کی قیادت کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے کہا ہے مگر میں نے کسی سیاستدان اور کسی حاکم کی زبان سے اقبال کا یہ شعر

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشئہ گندم کو جلا دو

کبھی نہیں سنا اور یہ بہت اچھی بات ہے کیونکہ اگر پاکستان کے غریب جاگ اٹھے تو وہ کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دیں گے جس کھیت کی ساری کمائی جاگیردار لے جاتا ہے' وہ اس کھیت کے ہر خوشئہ گندم کو جلانے کی بات کریں گے اور یوں سرمایہ دارانہ جمہوریت جو ہماری بقاء کی ضامن ہے' خواہ مخواہ عوامی جمہوریت کے ہتھے چڑھ جائے گی اور یوں ہمارا مراعات یافتہ طبقہ ان ٹکے ٹکے کے لوگوں کی نظر کرم کا محتاج ہو کر رہ جائے گا۔

مگر اقبال کے کلام کے صرف اس حصے کو عوام سے چھپا چھپا کر رکھنے سے کام نہیں بنے گا بلکہ ضروری ہے کہ اقبال کا سارا کلام دریا برد کر دیا جائے کیونکہ ہم جس ڈھب پر اپنی زندگیاں گزار رہے ہیں اور یہ زندگیاں ہمیں بہت عزیز ہیں۔ اقبال اسے زندگی نہیں' موت قرار دیتا ہے اور یوں ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچاتا ہے' مثلاً ہم مطمئن ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے گھر پیدا کیا بلکہ ہم اس کے دین کی پیروی کرتے ہوئے نماز' روزے میں کبھی غفلت نہیں برتتے لیکن اقبال اس کے باوجود ہمیں کچوکے دیتا رہتا ہے' وہ ہمارے ان نام نہاد ہی سہی مذہبی پیشواؤں کو بھی نہیں بخشتا جن کے ہم ہاتھ چومتے ہیں اور جنہوں نے ہمیں یقین دلا رکھا ہے کہ تم جتنی چاہو دنیا داری کرو' ہم تمہاری انگلی پکڑ کر اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے اور داروغہ جنت بس منہ دیکھتا رہ جائے گا۔ اقبال کی ساری شاعری اس طرح کی باتوں سے بھری پڑی ہے' مثلاً وہ کہتا ہے۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

☆☆☆

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا
مسائلِ نظری میں الجھ گیا ہے خطیب

☆☆☆

کس کو معلوم ہے ہنگامۂ فردا کا مقام
مسجد و مکتب و میخانہ ہیں مدت سے خموش

☆☆☆

دل ہے مسلماں، تیرا نہ میرا
تو بھی نمازی، میں بھی نمازی
میں جانتا ہوں، انجام اس کا
جس معرکے میں، مُلّا ہوں غازی

☆☆☆

تیرا امام بے حضور تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر

☆☆☆

نہ فلسفی سے نہ مُلّا سے ہے غرض مجھ کو
یہ دل کی موت وہ اندیشہ نظر کا فساد

☆☆☆

رہا نہ حلقۂ صوفی میں سوز مشتاقی
فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی
کرے گی داورِ محشر کو شرمسار اک روز
کتابِ صوفی و مُلّا کی سادہ اوراقی

☆☆☆

وغیرہ وغیرہ......اور یہ وغیرہ وغیرہ میں نے اس لئے کہا ہے کہ اقبال کے کلام میں اس طرح کے اور بہت سے کچھ کے ہیں جن سے وہ ہمارے دلوں کو زخمی کرتا ہے' صرف یہی نہیں بلکہ اس کے بعد ہمیں اپنی ساری عبادات بے معنی لگنے لگتی ہیں کیونکہ اس کے نزدیک ہم عبادات کی اصل روح سے بیگانہ ہو چکے ہیں۔

میں اگر اقبال کے کلام کو بین کرنے کی بات کرتا ہوں تو اس کی صرف یہی ایک وجہ نہیں جو میں نے ابھی بیان کی ہے بلکہ اس کی اور بھی بے شمار وجوہات ہیں' جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں خدا کے فضل وکرم سے ہمارے حاکم خدا ترس ہیں۔انہیں ہر لحہ عوام کی فلاح وبہبود کی فکر رہتی ہے' وہ پاکستان کی خود مختاری کی حفاظت ہر قیمت پر کرتے ہیں ملک کو خوشحال بنانے کی خاطر غیر ملکی امداد کے لئے وہ ہر دروازے پر جا کر دستک دیتے ہیں مگر اقبال ان کی ان کاوشوں کو خاطر ہی میں نہیں لاتا اور کہتا ہے۔

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے
بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے
فلک نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے
کسے نہیں ہے تمنائے سروری لیکن
خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے

خودی' خودی' خودی اقبال کی اس تکرار نے ہماری نیندیں حرام کی ہوئی ہیں' کیا خودی کے ذریعے عظیم الشان محلات کھڑے کئے جا سکتے ہیں' کیا خودی سے سوس اکاؤنٹس کا پیٹ بھرا جا سکتا ہے' کیا خودی سے اربوں کھربوں کے قرضے لئے جا سکتے ہیں' اقبال کی یہ سوچ ہماری قوم کے نوجوانوں کو گمراہ کر رہی ہے اور ان کے دلوں میں ظل الٰہی کے خلاف باغیانہ خیالات جنم لینے لگتے ہیں' لہٰذا اقبال کو بین کئے بغیر آنے والے حالات پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔

اقبال کی شاعری صرف ہمارے لئے خطرہ نہیں ہے بلکہ دنیا بھر میں جن ملکوں کے عاقل وبالغ ذہنوں نے اپنی خداداد صلاحیت کے بل بوتے پر آدھی دنیا کے وسائل پر قبضہ کیا ہوا ہے اور وہاں ڈمی حکمران مسلط کر کے وہ من مانی کرتے ہیں اقبال کا کلام ان کے لئے بھی خطرے کی گھنٹی ہے' وہ قوموں کی آزادی کی بات کرتا ہے اور اس کے پیغام میں اتنی کشش ہے کہ بہت سے اسلامی ملکوں نے غلامی کی زنجیریں اتار پھینکی ہیں۔ وہ سرمایہ داری نظام کا بھی دشمن ہے۔ دنیا میں جہاں جہاں اس نظام کے خلاف بغاوت ہوگی اقبال کی شاعری ان کے ہم رکاب ہوگی' آج بہت سے سرمایہ دار ملکوں کے عوام اس نظام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔اقبال تو کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ سے بھی الجھتا ہوا نظر آتا ہے' وہ جب دیکھتا ہے کہ یہ سیارہ جس میں ہم رہ رہے ہیں تباہی اور بربادی کی زد میں ہے' اللہ کی تخلیق یعنی انسان انسانیت کے مقام سے گرتا چلا جا رہا ہے تو وہ خدا کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

اگر کج رو ہیں انجم آسماں تیرا ہے یا میرا؟
مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا؟
اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی
خطا کس کی ہے یارب لا مکاں تیرا ہے یا میرا؟
اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن
زوالِ آدم خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا؟

میں چونکہ شاعر نہیں' کالم لکھ رہا ہوں اور کالم کی بندشوں میں ایک بندش یہ بھی ہوتی ہے کہ یہ زیادہ طویل نہ ہو' ورنہ میں آپ کو مزید دلائل سے اس امر کا قائل کرنے کی کوشش کرتا کہ دنیا میں امن اور پاکستان میں موجودہ نظام کو استحکام بخشنے کے لئے اقبال کی شاعری پر پابندی وقت کی اہم ضرورت ہے' مثلاً یہ شاعر یورپ کی ترقی کی ایک وجہ اس کی علم دوستی بھی بیان کرتا ہے' چنانچہ جب وہ اپنے بزرگوں کی کتابیں ان کی لائبریریوں میں دیکھتا ہے تو اس کا دل سی پارہ ہو جاتا ہے اور یوں یہ شاعر دنیا بھر کے مسلمانوں کو علم کے حوالے سے اپنے آباء کی پیروی پر مائل کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ ایک بار پھر دنیا کی امامت کر سکیں' دوسرے لفظوں میں وہ ہمیں جاہل کہتا ہے' ہمیں علم دشمن کہتا ہے اور اس چیز کو ہمارے زوال کا باعث قرار دیتا ہے۔ یہ سراسر ہماری توہین ہے اور یوں مسلم امہ کی توہین کرنے والے اس شاعر کو بین کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح کئی ایک مقامات پر اقبال خدا کے حضور خواہ مخواہ انسان کا وکیل بن کر پیش ہوتا ہے اور اس کا مقدمہ خدا کی عدالت میں پیش کرتا ہے۔

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کار جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر
روزِ حساب جب میرا پیش ہو دفترِ عمل
آپ بھی شرمسار ہو مجھ کو بھی شرمسار کر

یا وہ کہتا ہے

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ یزداں چاک

خود اقبال کو بھی احساس ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے چنانچہ وہ خود ہی کہتا ہے۔

''کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند''

اب اس کے بعد مجھے کچھ مزید کہنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟

اور آخر میں اقبال کی شاعری کو بیان کرنے کی چند وجوہات میں اسی کی زبان میں بیان کر کے آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

میری نوائے شوق سے شور حریم ذات میں
غلغلہ ہائے الاماں بت کدہ صفات میں
حور و فرشتہ ہیں اسیر میرے تخیلات میں
میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں

گرچہ ہے میری جستجو دیر و حرم کی نقشبند
میری فغاں سے رُست خیز کعبہ و سومنات میں
گاہ میری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود
گاہ الجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں
تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کائنات میں

آئی ایل ایم کالج سرگودھا کے زیرِاہتمام منعقدہ یومِ اقبال کی تقریب میں پڑھا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اہم اعلان

ادارہ طلوعِ اسلام کے زیرِاہتمام شائع ہونے والے ماہنامہ طلوعِ اسلام کی

فی شمارہ قیمت 25 روپے **سال بھر کے لئے قیمت** 300 روپے۔

آپ کی شکایت

یہ بھی درست کہ رسالہ نہیں پہنچا یا وقت پر نہیں ملا **اور یہ بھی** کہ تعمیل ارشاد میں تاخیر ہوئی یا اس میں کوئی فروگزاشت ہوئی۔

لیکن کیا آپ نے اس پر بھی غور فرمایا کہ آپ نے

۱۔ تبدیلی پتہ کی بروقت اطلاع دی ہے یا نہیں۔
۲۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر لکھا ہے یا نہیں۔
۳۔ زرِ شرکت ادا ہوا ہے یا نہیں۔
۴۔ اپنے علاقے کے پوسٹ کوڈ کی اطلاع دی ہے یا نہیں۔

سانحۂ ارتحال

محترم محمد شریف لون صاحب طویل علالت کے بعد گزشتہ ماہ وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم ادارہ طلوعِ اسلام کے چیئرمین رہے اور بزم فیصل آباد کے نمائندہ تھے۔ تحریک طلوعِ اسلام کے دیرینہ وابستگان میں سے تھے اور آخر دم تک فکرِ قرآنی کی توسیع و اشاعت میں مشغول و متحرک رہے۔ مرحوم نہایت علم دوست اور مرنجاں مرنج شخصیت کے حامل تھے۔ ادارہ مرحوم کی اہلیہ، بیٹوں، بیٹیوں اور دیگر اعزہ و اقربا کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے۔ (ادارہ طلوعِ اسلام)

پاکستان میں

غلام احمد پرویز علیہ الرحمتہ

کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل منظور شدہ مقامات پر ہوتا ہے

نوٹ: نمائندگان محترم سے التماس ہے کہ ایڈریس یا اوقاتِ درس میں تبدیلی کی صورت میں ادارہ کو فی الفور مطلع فرمائیں۔

شہر	مقام	دن	وقت
ایبٹ آباد	KL-234 کیہال۔ رابطہ: موبائل 0314-5035285	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
اوکاڑہ	برمکان احمد علی، بیت الحمد، 4-AB-180، شادمان کالونی، ایم۔اے جناح روڈ، نزد مبارک مسجد رابطہ میاں احمد علی: 0442-527325، موبائل: 0321-7082673	بروز جمعہ	3PM
پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین۔ رابطہ ڈاکٹر محمد سلیم قمر تحصیل کبیروالا	بروز جمعہ	3PM
چوٹی زیریں	بردوکان لغاری برادرز زرعی سروس، ڈیرہ غازی خان۔ رابطہ: ارشاد احمد لغاری۔ موبائل: 0331-8601520	ہر ماہ پہلا اتوار	12 بجے دن
چنیوٹ	W-11/9، گوجر چوک (گنبد والی کوٹھی) سیٹلائیٹ ٹاؤن۔ رابطہ: آفتاب عروج، فون: 047-6331440-6334433، موبائل نمبر: 0345-7961795	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
حیدرآباد (قاسم آباد)	محترم ایاز حسین انصاری، B-12، حیدرآباد ٹاؤن، فیز نمبر 2، قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر آخری بس سٹاپ۔ رابطہ موبائل: 0336-3080355	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
راولپنڈی	فرسٹ فلور، کمرہ نمبر 114، فیضان پلازہ۔ کمیٹی چوک۔ رابطہ ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ، موبائل: 0331-5035964	بروز جمعہ بروز اتوار	4PM 4PM
راولپنڈی	برمکان امجد محمود، مکان نمبر A/14، گلی نمبر 4، راہِ طلوع اسلام، جنجوعہ ٹاؤن، اڈیالہ روڈ، نزد جراہی سٹاپ، راولپنڈی۔ رابطہ: رہائش: 051-5573299، موبائل: 0322-5081985	بروز اتوار	10AM
خان پور	بمقام مکان حبیب الرحمان، محلّہ نظام آباد، وارڈ نمبر 9 خان پور، ضلع رحیم یار خان رابطہ: نمائندہ حبیب الرحمٰن۔ فون نمبر گھر: 068-5575696، دفتر: 068-5577839	بروز جمعہ	3PM
سیالکوٹ	معرفت کمپیوٹر سٹی، سٹی ہاؤس، سٹی سٹریٹ، شہاب پورہ روڈ، رابطہ: محمد حنیف، 03007158446۔ محمد طاہر بٹ، 0300-8611410۔ محمد آصف مغل 0333-8616286۔ سٹی ہاؤس 052-3256700	ہر دوسرے اتوار	5PM

سرگودھا	B-4، گلی نمبر 7، بلاک 21، نزد مکی مسجد چاندنی چوک، رابطہ۔ ملک محمد اقبال۔ فون: 048-711233	بروز منگل	7PM
فیصل آباد	رحمان نور سینٹر، فرسٹ فلور، مین ڈگلس پورہ بازار، رابطہ: محمد عقیل حیدر، موبائل: 0313-7645065	بروز جمعہ	4PM
مینگورہ، سوات	خالد پلازہ (حاجی شمس الحق) نشاط چوک مینگورہ، رابطہ خورشید انور 0315-9317755،	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
	رابطہ: ظاہر شاہ 0346-9467559، بخت امین، 0333-9499254		
فتح پور، سوات	فتح پور، سوات، رابطہ: خورشید انور، فون: 0946600277، موبائل: 0315-9317755	بروز اتوار	3PM
	محترم ظاہر شاہ خان آف علی گرام، سوات کا ڈیرہ۔ موبائل: 0346-9467559	ہر اتوار	9AM
کراچی	105 سی بریز پلازہ، شاہراہ فیصل۔ رابطہ شفیق خالد فون نمبر: 0300-2487545	بروز اتوار	10AM
کراچی	A-446 کوہِ نور سنٹر، عبداللہ ہارون روڈ، رابطہ محمد اقبال۔ فون: 021-35892083، موبائل: 0300-2275702	بروز اتوار	10AM
کراچی	ڈبل اسٹوری نمبر 16، گلشن مارکیٹ، کورنگی نمبر 5، ایریا 36/C، پوسٹ کوڈ 74900	بروز اتوار	2PM
	رابطہ: محمد سرور۔ فون نمبرز: 021-35031379-35046409، موبائل: 0321-2272149		
کراچی	نالج اینڈ ویزڈم سنٹر، سلمان ٹاورز، آفس نمبر A-45، بالمقابل نادرا آفس، ملیر سٹی۔ رابطہ: آصف جلیل	بروز اتوار	12AM
	فون: 021-35421511، موبائل: 0333-2121992، محمود الحسن۔ فون: 021-35407331		
کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ۔ رابطہ ڈاکٹر غلام صابر، فون: 081-2825736	بروز اتوار	4PM
گوجرانوالہ	شوکت نرسری، گل روڈ، سول لائنز۔ رابطہ چوہدری تسنیم شوکت، موبائل: 0345-6507011	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
لاہور	B-25، گلبرگ 2، (نزد مین مارکیٹ، مسجد روڈ)۔ رابطہ فون نمبر: 042-35714546	بروز اتوار	10AM
لاڑکانہ	بر مکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ محلہ جاڑل شاہ، رابطہ سکندر علی عباسی، فون: 074-4042714	بروز جمعہ	بعد نماز مغرب
منڈی۔۔	رابطہ: خان محمد، (وڈیو کیسٹ) بر مکان ماسٹر خان محمد گلی نمبر 1، محلہ صوفی پورہ۔ فون نمبر: 0456-520969	بروز جمعہ	10 AM
بہاؤالدین	موبائل نمبر: 0334-4907242		
نواں کلی، صوابی	رابطہ ہومیو ڈاکٹر ایم۔ فاروق، محلہ خدرخیل۔ فون نمبر:	بروز اتوار	10 AM
صوابی	بمقام چارباغ، (حجرہ ریاض الامین صاحب)، (رابطہ: انچارج یوٹیلیٹی سٹورز، مردان روڈ، صوابی)	بروز اتوار	3 P.M
	فون نمبرز: (0938)310262, 250102, 250092		

غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوعِ اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Mao Zedong and The Qur'an

By

G.A. Parwez

Rendering By

Iqbal Muhammad &

Brig. Taimur Afzal Khan (Retd)

====================

"*Shirk*" is in fact a compromise between truth and falsehood. And there can be no place for such a system. Therefore, there is a clear warning in the Qur'an (11/13):

And incline not toward those who do wrong, lest the Fire touch you.

There is no question of compromise between truth and falsehood. Even a little bit of mixture of falsehood with truth would render it impure. This is the basic incompatibility between truth and falsehood according to the Qur'anic concept.

On the other side, it can be said that they consider the Qur'anic Philosophy[1] as Metaphysical, the opposite of which is the Philosophy of Dialectical Materialism. We do not criticize their argument just on this premise. We might have accepted their argument but according to their own claim, the Law of Contradictions is such a truth that cannot become falsehood and is as such from the very beginning and will remain so till eternity. It is in itself Metaphysical and therefore considers the philosophy of dialectics as eternal rule. On the other hand, Qur'an considers more than one such Rule as eternal. The proof of this is the same

[1] that truth would always remain truth and falsehood as falsehood

as forwarded by the materialists, i.e. *Pragmatic Test*[2]; to be discussed in detail in "The Concept of Knowledge".

This is however, the system that Qur'an argues for, i.e. a system of life where permanent values and rules come in physical form. Such a system is above the confines of time and space. Since it is universal, therefore it is space-less that cannot be confined to a particular place on earth, nor can it be applicable to a particular nation. It is rather uniformly applicable to all the human beings. As for the time, changes could be possible according to particular needs; however, its actual foundation would remain the same, i.e. those permanent rules on which stands the entire edifice of human life. It is called "*Deen*[3] ".

This is the system presented by the Qur'an – a code of life where permanent values or unalterable rules practically appear and dominate. Such a system is beyond the limits of time and space. From space, because it is a universal system that cannot be confined to a particular piece of land or place, nor can it be applicable to just one nation. As for the time, changes could occur in the system according to needs, but its basic qualities and characteristics remain the same, i.e. unchangeable rules upon which the structure of *Deen* stands.

6. Commensuration in Contradictions

There are two types of struggles between truth and falsehood. One is between the two groups that favor either truth or falsehood. This has been explained earlier. The second is related to the human soul – internal struggle – when a man remains stimulated because of his emotions and for the attainment of physical benefits. One the other hand, are the demands for growth of his inner-self. Even the idea of destroying human emotions is a deceit. Emotions are those forces that make a man act. The training of Qur'an is that it

---

[2] The study of cause and effect in historical or political events with emphasis on practical lessons learnt

[3] System of life based on the Qur'an

teaches a man how to keep one's emotive instincts subservient to permanent values. In the words of the Prophet, "This way Satan becomes Muslim"; and man's internal struggle comes to rest. Such a system is developed by such hands.

The Qur'an says about such a state (6/127):

For them is the home of safety with God where there will be peace all around.

At yet another instance, the Qur'an says (10/10):

Their prayer therein shall be this, 'Sanctity to you'.

At that time, man's worldly matters and heavenly values (permanent rules!) will concentrate at one single point.

This has been further substantiated by (82/19):

And the entire command on that day shall be of Allah.

Finally, 39/69:

And earth shall glitter with the Light of God.

7. The Concept of Knowledge

According to the Philosophy of Dialectics, only that knowledge can be considered authentic that has been attained through the sensory perceptions. And only that ideology can be considered correct that can be verified through its outcomes. Man would thus be able to attain the knowledge of Laws of Nature. Facts are (in fact) these Rules.

The Qur'an also considers human knowledge as the one attained through sensory perceptions. It has clearly said (17/36):

And go not after that thing of which you know not. No doubt, the ear and the eye and the heart all are to be questioned of.

It is important for the attainment of knowledge that man's senses collect information and then transmit it to his mind to reach at some rational conclusion. Therefore, the Qur'an stresses the need to contemplate on all the things that God has created. It categorizes only those people as scholars only who, after observing nature, come to the conclusion as to the extent of God's involvement in the formulation of Laws (35/27-28).

Along with the system of nature, God also stresses on the study of History. He ordains, "Ponder over the history of past nations and you will become cognizant of the result when a nation developed a system of living in accordance with true and correct laws. And conversely, what happened to a nation that adopted a wrong approach".

When a man reaches a conclusion based on the observation of system of nature and the study of human history, it is results in the formulation of an ideology that is based on the Qur'anic thought. To judge whether the ideology is correct or wrong, it has to be put to the test through concrete action. If its results are in agreement with what it claims, it is a correct ideology. But if the result is otherwise, it is wrong. This is the method that Prophet Muhammad (Peace be upon him) also adopted to prove the truth of his claims. While addressing his people, he said that he had presented the Divine Rules before them. To establish their authenticity, the Qur'an provides solid guidance (6/135):

Ask them to act according to their way and I act my way. Results would automatically come to our fore as to who reaches the destination. This is the way through which the fact that those who usurp the fruits of others' toils, can never succeed, would be established.

A claim that cannot be substantiated by its implementation cannot be based on truth. Obviously, it will need a lot of time to reach the right conclusion. God has adopted another method to reduce the time (to test the validity of a Rule). It is called Revelation[4] through which Divine Rules are directly communicated to a human being – a prophet - who transmits them to his people and tells them to act upon them; and verify the truth for themselves.

---

[4] That which is revealed by God to man, a prophet

The system of Revelation has ceased for the last fourteen hundred years. Therefore, there is no other way except to observe and concur according to study, reflection and observation. The last time that knowledge was transmitted in this manner, is given as such in the Qur'an. It demands humans to think over these rules and act upon them and if they get convinced (of their truth), they should accept them.

By deep refection and analysis, man can at least make a judgment about an ideology as to whether it is true or not. If he considers it true, he must act upon it, till the time the results are not before him. By accepting its truth without its confirmation, is called *Eimaan bil Ghaib*[5]. Belief is an essential foundation in order to take practical steps. When results prove their validity, the same *Eimaan bil-Ghaib* transforms into concrete reality. According to Qur'an, the belief of the first order is called *Ilm-ul-Yaqeen*[6] while the second tier belief is called *Ain-ul-Yaqeen*[7].

This is the proper definition of knowledge according to the Qur'an and the mutual relationship of the two. It says that rules or permanent values have been presented to you. It is now upto them to think it over. If these are acceptable to them, your society should be developed and structured accordingly. Whatever results would emerge afterwards will become living examples of the validity of those laws (24/55). This way, the mode of revelation saves humans a lot of toil, necessary to reach a valid conclusion.

8. Impact of Philosophy on Economic System

We are now reaching the end of our journey. We have been engaged in all the philosophical arguments that Communism claims that its economic system is based on: the Philosophy of Dialectics. Simultaneously, we have also come across a number of Qur'anic references that explain foundations for the establishment of an economic system based on social justice. It has

---

[5] i.e. belief of the unseen, in results that have not yet been substantiated

[6] Knowledge based on truth

[7] Believing in a knowledge after seeing the results with one's own eyes

been conclusively proved that the Communist Philosophy is so weak that it can hardly sustain the burden of a just and equitable economic system. Therefore, the Qur'anic Philosophy has an edge and a legitimate claim to provide firm foundations for human sustenance. Salvation of humanity, therefore, lies in following the economic system based on Qur'anic Philosophy. We now need to see as to why the philosophy of dialectics cannot sustain the structure of an economic system.

Natural results of Material Philosophy[8], whether based on dialectics or metaphysics, are no different than Capitalism. According to dialectical materialism:

- **i) Man is just another animal and subservient to the Laws of Nature**
- **ii) These are the laws that are as much applicable to animals as to human beings**
- **iii) Demands of human life are confined just to its physical needs**

Physical life has three such needs that are called basic or instinctive:

1) **The demand of self-preservation;**
2) **The demand of self-aggression[9]; and**
3) **The demand of self-reproduction**

Natural outcome of the first demand is that each person should endeavor to amass, as much as possible, the necessities of livelihood so as to ensure his physical security. Meanwhile, if anyone comes his way, he should try to subdue him. This leads to Demand No.2. When a person is satisfied about his security, he should ensure the security of his kin. This is Demand No.3. According to this approach, there can be no question of the security of any other person, or of his interest. This is akin to animal instinct that does not see the interest of other animals. To an animal nothing counts except its personal needs and requirements. This raises a question: Does this mean that there is no difference between a man and an animal? The proponents of material philosophy have no satisfactory answer to this question and rather contend that why should a man help anyone else?

---

[8] A philosophy concerning concrete objects and the laws which these objects are subjected to

[9] This in fact leads to the attainment of self-preservation

One may say that human society demands mutual cooperation. It means that it is necessary for me to help a needy person because tomorrow if I am needy, others would help me. While forwarding this argument, the thought process that leads to this seemingly plausible rationale, does not consider the paradox inherent to it. The very compulsion, that promotes cooperation, forms the basis that leads to human propensity to hoarding and accumulating material resources, much beyond legitimate needs.

By implication, it means that man wants such an arrangement wherein he would not need anything from anyone else. It is this 'race' that does not let a person be satisfied even when all of his demands are met. This leads to keeping him amassing more and more wealth and other material things. This very approach leads to inequality in a society. Under such a system, a person with greater wits, wisdom, and strength will collect as much as possible while the rest would go from bad to worse. Those, who amass more, do not need anyone else's help. Such a person thinks that since he can purchase others cooperation, he need not worry about their support and cooperation. This very thinking leads to capitalistic mentality - the natural outcome of Philosophy of Materialism; though the Philosophy of Dialectical Materialism ensures the fulfillment of human needs, it also demands utmost sacrifices from human beings.

The basic philosophy behind the economic system of Communism, states:

Each person must contribute to the society as much as he can, of which he should be given according to his needs. As for the rest, it should go to fulfill the needs of others. Simply put it says: from every one according to his contribution to every one according to his needs.

According to the material philosophy of life, a question arises:

What is that stimulant that makes a person contribute as much as possible (to the society) and in return, get as less as he needs?

Such a demand is against the natural (human) urges. The instinct to protect ones near and dear ones does not accept such a system. This very impulse (of protection) confronts the Philosophy of Communism.

One can accomplish such a *deed* by tempting human sentiments to disregard self-interest. One cannot however make it a permanent way of life. Experimentation done in the Soviet Union is testimony to the failure of this philosophy. There, the Communist party instigated the general masses to rise

up to the occasion and plunder the wealthy people so that they could become the owners of their wealth. This way, they were readied to offer tremendous sacrifices. But when this craze receded, even their natural instinct of sacrifice also vanished.

After this, when they were asked to work as much as possible to get only what they needed, they wondered and said (to themselves): then where is the difference between Communism and the old system of Capitalism? In that system, mill owner would extract from us, as much as they could, and in return, would give us as much as we needed. The same is being done under Communism. And when they said, "Why should we do so", the proponents of Communism had no satisfactory answer. They instead used brute force to implement the system of their choice. This did work for some time but could not sustain it beyond a certain time period. No system on earth can be implemented and sustained by force. This forced the people of Soviet Union to change the system. Such a change of heart[10] did not happen because of some political pressure or expediency. This was rather the natural outcome of the weaknesses inherent in Communist Philosophy.

China has just adopted this system. Therefore, its place is almost the same as the Soviet Union of the days of Lenin. It has not yet felt the need for reversion. When the emergency would recede, and people would start thinking rationally, the same conditions would be created as in the Soviet Union. It's so because the basic philosophy in China is the same as was in the Soviet Union. It is this that has started intriguing Mao Zedong: the new Chinese generation is drifting away from the basic philosophy of Communism. It therefore, needs to be controlled. For this purpose, Red Guards have been organized to restart revolutionary struggle similar to the one that Mao and his colleagues had gone through. It is just possible that it may sustain for some time but it sure cannot guarantee sustainability. It is its basic weakness that cannot be taken care of through external factors, persuasion, or force.

As against this, the Qur'anic philosophy of life says:

1) **Human life is not just physical life - man has also something else called inner self.**

---

[10] **Called "Revisionism" by the Chinese Communists**

2) **Purpose of human life is to fulfill physical as well as spiritual needs. If there is no disagreement between the two, good enough. If yes, the needs of inner-self (spiritual needs!) should get precedence over physical requirements.**
3) **Fulfilling personal needs leads to the growth of human potential. This way man lives on even after death; and keeps on moving ahead. This can be termed as '*life after death*'.**
4) **Body's nourishment is possible with all those things that one uses. For example, a man's nourishment can be possible only through things that one eats and drinks. As against this, nourishment of man's inner-self can be possible when he would provide such means of nourishment to others. In other words, physical nourishment occurs with what food we consume while inner-self's nourishment is possible only when we provide to other human beings. According to Qur'an (92/18):**

He, who gives others for their nourishment, gets the nourishment of his inner-self.

It is this philosophy on the basis of which, Qur'an structures its economic system. Its contours are:

1) **God has given all that is needed for the nourishment of all the human beings, without asking for anything in return. Therefore, there is no question of control on any means of production. Doing so, would mean to bring another god to confront the God, Almighty.**

2) **The basic concept of life is the nourishment of human self that can be achieved by giving more and more to others. Therefore, in this system each one of us would toil to earn as much as possible, consume whatever we need and distribute all that is not needed by him (2/219):**

***They ask you as to how much should they give to others. Tell them, "All that is in excess of your basic needs"* (so that their inner-self can be nourished as much as possible).**

This process is called *Eita-e-Zakat*. Today, what we understand by Zakat is to amass as much as we can and give just 2½% of it as charity.

On the contrary, according to the Qur'an, Zakat means Nourishment. And *Eita-e-Zakat* means to ensure that others get what they need for their (physical) nourishment. This is the basic duty of an Islamic state (22/41):

Those, whom We give control in the land, would establish prayer and pay the Zakat and command good and forbid evil. And for Allah is the end of all affairs.

Under this system each one tries to work as hard as possible and gives away as much as he can for the benefit of others, till a time when one would give precedence to others' needs (59/9):

And those who had established their home in this city and in faith from before, love those who emigrated to them, and find not in their breasts, any need for what they have been given and prefer them above their souls, even though they be badly in need of, and whosoever is guarded against the greed of his soul, those are the successful.

People don't practice it under any pressure or social compulsions - it is rather the demand of their inner-self. There he sees his own benefits. Qur'an says that the spirit behind giving Zakat can be nothing other than '*giving'* because of one's firm belief in Hereinafter (41/7):

Who do not pay poor due (Zakat) and they deny the Hereafter.

This can be possible only under a social system whereby man should work harder and give away everything to others[11], what is beyond his needs.

When all that is in excess of one's needs, is given to others, the Surplus Money, the foundation of Capitalism, will not accumulate in the hands of one person or a group of persons. When that is the case, there would be no question of making property. Nor would there be any possibility to engage in a race to collect wealth. Whatever race would be there, would be to work more to be able to give more to others (83/26):

---

[11] Others means not only those who are your co-believers but all other human beings as well

The seal is on Musk, and for this let the aspirers aspire.

Such a Philosophy of Life is the essence of Economic System based on Qur'anic injunctions. Think! Which of the two philosophies provides sound foundation for the establishment of Social Justice? It's only the system of life that is ordained (and guaranteed) in the Qur'an.

As has been said earlier, the second drawback with the philosophy of dialectics is that except the Law of Contradictions, it acknowledges no other rule, law, or thought. This philosophy surmises that according to the Law of Contradictions, a system comes into existence but then its opposite is created within it followed by a clash between the two. After some time, the first system is subjugated by the second one that dominates. This way, the first system becomes dysfunctional while the latter takes its place. This arrangement perpetuates and will remain so for all the times to come.

Today, according to this cyclic process, the previous system, Capitalism, has been dominated by its opposite - *Socialism*[12]. It may be just a coincidence that we are born when it is time for Socialism to dominate - a system that is good for common workers beneficial for the common man in particular, the proletariat[13]. This is neither any credit for Marxism nor the steps taken by Lenin. It has nothing to do with The Soviet Union, nor China. This has to be so as a matter of Historical Necessity. It is happening now and when the other side of rotation comes to the front, this system would vanish and instead, its opposite will bring in some other system.

Set aside Soviet Union and China, even if people of the whole world come together to ensure the continuity of the old system, they would not be able to do so. If Capitalism is on its way out, it is not because it was based on injustice and foul-play and therefore, Socialism is taking its place.

Now even Socialism is not practiced just because it is the best system for human beings; it is just waiting for its turn to fade away in the dustbin of history. Since the time for Capitalism has come, it will have to go. And when the time for Socialism comes, it too will go and will not be able to sustain, no

---

[12] A theory or system of social organization that advocates the vesting of ownership and control of the means of production and distribution of capital, land, etc., in the community as a whole

[13] The poorest class of working people

matter how much hue and cry the people may make and how much they may try to sustain itself. The fact is that as of now, economic system of social emancipation based on Communist Philosophy is presented to the world as the ultimate system of economic justice for the down trodden masses. When its turn comes, it will start leaving the place that it has occupied, and instead another system will take its place. When that happens, what would the communists tell the world? By then, all the arguments that they forward in favor of communism would prove to be false.

At that time, even they will argue in favor of a system that will replace Communism. Otherwise they will face the same fate as the proponents of Capitalism. The only fault of those who favored Capitalism was that they were favoring it and not going with the modern system of socio-economic justice and instead, clinging to the outmoded system. If communists would not go with the new system, they too would commit the same crime that the pro-capitalist lobby had been committing.

As of now, Mao Zedong has been able to convince his people of the benefits of Communism. In future, when this system would complete its cycle, what would the Chinese be told and how would it be justified, is anybody's guess.

The fact is that Mao's philosophy of Contradictions is a branch of the *Philosophy of Determinism*[14]. According to this philosophy, man's role in this vast universe is not more than a miniscule part of the whole - a part that is forced to move because the entire machine moves. This philosophy was originated by the Greek and after changing various forms and destroying humanity, has resurfaced; in disguise, though. This is the philosophy that impressed Hindus who came up with Metempsychosis[15] while Christianity brought its own philosophy, the Original Sin[16]: something analogous to a scar of defamation, of ignoble mark on the forehead (of humanity) that cannot be removed.

Though Western philosophers and scientists have said *adieu* to Christianity, they are still soiled in its philosophy. Therefore, all of their research goes in

---

[14] A conceptual model of the philosophical doctrine applied to a system for understanding everything that has and will occur in the system, based on the physical outcomes of causality

[15] The passing of soul at death into another body, human or animal

[16] It is humanity's state of sin resulting from the Fall of Man (from heavens)

one direction – that man is constrained and helpless. The same had impressed Hegel and the same was gripping the nerves of Marx. The same philosophy has come in the form of Philosophy of Contradiction wherein a system changes by itself and everyone is constrained to go with it. Neither its shortcomings can do any harm to a system in vogue, nor can its virtues improve it.

As against this, the Qur'an proclaims that the touchstone of a system, being good and effectual, is its intrinsic ability to sustain itself permanently against the one that cannot last forever and is therefore, termed as ineffectual.

The Criteria for a good system is (13/17):

A system that is good for humanity is good and has thus the ability to sustain.

As against this (6/135):

A system based on tyranny cannot succeed.

Since the Law of Elimination and Perpetuity is permanent, therefore it cannot be against it. It all depends on time. If man would stand against it, the system based on tyranny would be annihilated. If not, it will take time. Qur'an has given an example also: a Feudal System, where vast swathes of land go into the possession of individuals, is based on tyranny. Such a system is bound to go. This will happen according to the Divine Law (13/41):

Do they not see that We are reducing lands in the possession of feudals. This is happening according to Divine Rules that cannot be undone. He is swift in reckoning.

But when Muslims stood up to implement it, the same revolution that would have taken thousands of years, was complete in just a few years. It was forbidden to give agricultural land on share-cropping or on rent. During Hazrat Ummar's Caliphate, all the land and its management was given in custody of the society. Later, when his successors broke this Divine Rule, the new rule started moving ahead with great speed. Now it appears that after hundreds of years, it has taken its roots. The same example can be true of other wrong systems.

This is the Qur'anic Rule of Elimination and Permanence, not something created by the blind forces of history. It is rather based on certain principles (8/42):

Whoever was to perish might perish with proof; and whoever was to survive might survive with proof.

And then (13/17):

***Only that system can sustain on earth that is beneficial for humanity*.**

Through this perspective, we would see which of the two philosophies – Dialectical Materialism or Qur'anic Philosophy – has the potential to establish a system that would sustain and would be of benefit to humanity.

My Concluding Remarks

While studying the system of Universe, certain important facts have appeared. For example:

1) **Before the advent of life, basic livelihood requirements were already available; and would remain so. Life, whether based on ameba (in its most crude form) or in its most perfect form, had already access to water, light, heat, air, food, etc. This proves that this system did not come into existence by default - it rather appeared through a pre-planned scheme, based on sound Divine Judgment.**
2) **All that is needed for the sustenance of life was not created by ameba or homo-sapiens, it was rather the gift of someone else; i.e. the One that gave them life, and gave them the necessities of life as well. According to Qur'an (11/6):**

   And there is no living being on earth the food for whom is not the responsibility of God.

3) **There is nothing else on earth, except human being, that takes the living requirements into his possession (29/60):**

Think … how many living things are there that keep their provisions onto themselves; though everything that you need, is available in abundance for you on this earth.

Whoever hoards these provisions (for example, ants or honey bees), is for the use of all of them. There is no question of individual possession.

4) **Living like ants and bees is equally good for human beings and is according to the Will of Nature. This has been described in the Qur'an like a paradise on earth (20/118-119):**

Undoubtedly, for you in the Garden is this that neither you be hungry nor go naked. And that neither you feel thirst therein nor be exposed to sun.

Here the state should be that (2/35):

Where whoever wants to eat, would get as much as he needs.

All the means of livelihood are uniformly available to everyone (41/10):

All the means of livelihood are equally available to everyone.

5) **Unfortunately, man's greed has created the concept of individual possessions and thus turned this paradise into hell. The Qur'an has called it *comprehensive lowliness* with the result that (2/36):**

Each man is the enemy of the other.

6) **Now the objective of nature is that in the human world, the same heavenly system be implemented so that Adam gets into paradise, once again. God's Universal Law is working for the establishment of the same system; however, its pace (according to our reckoning) is too slow: His each day is spanned over thousands of our years.**

7) To speed it up, prophets have been sent time and again. They developed this system in their sphere of influence, i.e. they would ensure the availability of livelihoods to everyone. This is called the Divine Dispensation. Unfortunately, people with vested interests would again come to the fore and turn the society back to its state of social inequality. This has generally been done by sacredly cloaked people[17] and would call it the 'Will of God'. Such people are called Harbingers of Religion.

For the last time, an outline of heavenly existence was drawn by the last prophet of God, Muhammad. Unfortunately, various interest groups surfaced again in the garb of religious leaders and established the system of Capitalism.

Now that the system of prophet-hood had ceased to occur, there were only two ways to achieve the actualization of a Paradise on Earth:

(i) The *Ummat*[18] of the last Prophet's message, inheritors of The Qur'an, had to keep the system established and functional by whatever means. And if it was not accomplished, then

(ii) Era's compulsions would force the *Ummat* to undertake the odyssey. This way, the only difficulty would be that the system would not be established in one go, but in a rather indeterminate manner, gradually attaining the state of maturity.

Since we the inheritors of Qur'an, have not fulfilled our duty as required, a revolution ensued, but in a different manner, first appearing in the form of Marxist Philosophy. It appears that Marx felt the pinch for the poor and the needy ones for whom all the avenues of honest living were closed. He wanted to somehow remedy their sufferings. The true light of revelation was however not known to him. It was only Christianity that was theoretically in favor of the needy and the poor ones but in fact was the harbinger of that very system

[17] Mullahs, Pundits, Rabbis, Priests, etc.

[18] Followers of the Prophet Mohammad (PBUH)

that had caused misery on the common man. When you preach hatred for the worldly affairs, to be near to God, and instead of asking for justice, start begging for your rights, the exploiters would come roaring and there would be none to stop them from committing cruelty.

Marx thought it over and reached the conclusion that the very basic reason for these excesses was religion. Therefore, he called religion the Enemy No. 1 of human beings. Had he known of Deen (Islam!) instead of religion (for example, Christianity!), he would have never reached this conclusion.

In Russia also, Christianity was prevalent. As such, Lenin also reached more or less the same conclusion about God. He was of the opinion that the very concept of God was the product of the mind of the vested interests. Obviously, when there is no trust in God, man's belief in revelation, life after death and faith automatically vanishes.

Conditions in China were worse than in Russia, where not one but three antiquated religions were prevalent, all based on superstitions. Confucianism[19] advocated '*pursuance of stagnation*' as the best virtue while change and improvement were considered the worst sins (exactly as religious orthodoxy[20] is presented as real Godliness, while change and innovation is considered liable to the fire of hell). Taoism[21] used to argue for giving up the worldly affairs and instead pleaded for mediation. Buddhism has gone even farther and considers Nirvana[22] as the ultimate aim of life.

According to Mao Zedong, all the above concepts were based on various religions. His reaction to them is therefore understandable. Ideologically, he disagreed with Hegel, even Marx while his opposition to religion was greater than both of them. How could a great proponent of revolution tolerate the inertia of such orthodox religions? But since Deen was not known to him, he based his philosophy on his own instincts and reflection.

---

19 The system of ethics, education, and statesmanship taught by Confucius and his disciples, stressing love for humanity, ancestor worship, reverence for parents, and harmony in thought and conduct

20 Mullahism, for example

21 The Philosophical system evolved by Lao-tzu and Chuang-tzu, advocating a life of complete simplicity and non- interference with the course of natural events to attain a happy existence in harmony with the Tao – the rational basis of human conduct

22 A state of bliss or peace that leads into another kind of existence

This is *the philosophy* that was spoken about, in the beginning and was thought to provide firm foundations to a great economic system. Obviously, these foundations were not strong enough to sustain the system.

When the pioneers of present Chinese generation would be dead, there will be no impulsion for the coming generations to make great sacrifices. The Chinese Revolution would also be forced to move towards Revisionism that it uses to jeer the Soviet Union with. True that first, the Soviet Union and latter, China's revolutionary parties speeded up the process of Universal Rule, but because the basis of their revolution was not strong enough, it will meet the same fate.

After this, if the Universal Law would add even a day to it, the man would once again be chained in the merciless clutches of Capitalism. If the Economic Revolution of China gets the guidance and backing of Qur'an, Capitalism will not be in a position to resurface; and Adam will get yet again get his lost Paradise. While observing the height of Nietzsche's thoughts and its shallow foundations, Allama Iqbal said:

Had that Nympholeptic[23] European been (living) in this age

Iqbal would have told him what Muqam-e-Kibria is

I understand that today it is more important to tell Mao Zedong of the *Muqam-e-Kibria*[24] (instead of Nietzsche). This is so because China has removed all the hurdles in its way. There, all the evil forces attributable to kings, priests and mullahs and of course Capitalism have been removed. And these are the thorny bushes that do not let the man reach God. This is that part لا without which man cannot reach الا الله . After passing through these hurdles, China is standing on the boundary of الا .

If at this point in time, China is guided towards Qur'anic destination and it adopts it, then not only China but the whole world would be saved from the horrors of Hell. Otherwise, how long more would mankind need to remain in agony; and God knows, how much more blood would be spilt and how many more difficulties would be encountered and borne.

---

[23] A man frenzied by emotion to attain something unattainable

[24] Abode of the higher ones

No Muslim country as of now willing to practically implement the revolutionary program of the Qur'an. They have not even gone through لا. How could they reach الا, is anybody's guess?

While giving the concept of Pakistan, Allama Iqbal said; "Islam would be able to remove this imprint that Arabian monarchy has fixed its seal on it". But the speed with which mullaism is spreading its tentacles, it seems that the possibility of implementation of the provisions of true Deen have become bleak. Remember, the rule of religious hegemony is the yardstick of Capitalism. Both are essential to each other's survival. When one of them expands, the other also increases in size, and vice versa. And that is why both of them stand in the way of the revolutionary program of Deen; whether in the way of revelation or because of temporal demands. That is why I say that if somehow, the message of Qur'an could reach Mao Zedong and he agrees to understand it, it is quite possible that the fate of entire humanity would change. And the dream "Hell *before* Hell" that Allama Iqbal had, would provide opportunity to Adam to see the promised Paradise taking shape. This dream has been elaborated in a couplet of the following poem that Allama said while standing near the grave of Hakeem Sinai:

In fact, history has placed us in a very tight corner. To one side, there are western democracies that practices Capitalism, but being Christians and Jews, proclaim themselves to be the believers in God. Qur'an does not consider such belief as *Eimaan*. To believe in God means that humans act in accordance with what their religion enjoins upon them. "Belief in God" means that you believe in the concept of God that He Himself has expatiated upon. That is why the Qur'an had demanded of all the nations/groups with Divine Books[25] to believe in God (as ordained in the Qur'an). Therefore, according to Qur'anic viewpoint, neither westerners are the true worshippers of God (though apparently they are), nor does their system in any way resembles the system ordained in the Qur'an; it is rather the opposite of it. Their call:

"O, the worshipers of God! Let's make a united front against the Godless Communists" is just a political ploy that has been developed to trap Muslims.

---

[25] That is, Jews and Christians

On the other side is Communism that has a system like the one ordained in the Qur'an, but its underlying philosophy negates the Qur'anic Philosophy. Such a philosophy is therefore, unacceptable to Muslims.

Let's be clear that as Qur'an does not separate its system from its philosophy of life, likewise, Communism considers its philosophy an integral part of the philosophy of life. It is essential for a Communist that he does not separate the Communist Philosophy of Life from everyday life. That is why I say that neither a Communist can become a Muslim, nor a Muslim, a Communist.

In the third category are we, the (ritualistic) Muslims, who have no doubt about the Qur'anic words but in practice, our system is neither Qur'anic nor our philosophy of life is based on Qur'anic commandments. In fact, we too are standing where the Westerners are with just the difference that they do not have God's guidance in its true form while we do have it, though kept inside expensive covers.

What Allama Iqbal had said about the above scenario is that if the Qur'anic concept of God is made a part of Communist Philosophy, it can come closer to Islam. This suggestion in fact points to the true destination of humanity. Unfortunately, Muslim countries are not yet ready. There is however, no monopoly of any nation over Deen. If a nation wants to implement it, it will be so, and if it wants to forget about it, it will vanish. Deen in fact belongs to the entire humanity. Whichever nation on earth adopts it, it will be theirs. It reminds nations that the contours of Deen are before them (11/57):

If you want to accept it, you will get what you want, but if you go against it, God will instead, bring some other nation that will accept it.

Moreover, the Qur'an says (11/57):

And you will not be able to do anything.

Deen, in fact leads to a life in accordance with a distinct philosophy of existence. Whichever nation adopts this philosophy, will achieve proximity of Deen.

According to the prevalent circumstances, if Communists realize that the Philosophy that they want to employ to establish the foundations of Communism is not strong enough, they would be well advised to turn towards the Qur'an.

At present, the most outstanding representative of Communist Philosophy is Mao Zedong. About 700 million[26] Chinese (almost) worship this Philosophy. And those inspired by the Communist Philosophy outside China, are hard to estimate. No other person on earth has this status as Mao. Nor practically is there anyone else who might have the fortitude to implement a global religion like Islam. If somehow Qur'anic change occurs in this one mind (of Mao Zedong), there could be no other revolution more pronounced and more beneficial to mankind than this one. With this, in fact the Day of Judgment can occur on this earth that was conceived by Allama Iqbal.

I feel that amongst us (as with any weak nation), a peculiar mindset has developed that whoever gains control on earth, we promptly declare him to be a Muslim from within, or we start praying for his conversion to Islam.

The moving force behind my thoughts (about Mao Zedong) is not in league with such an approach. The way I have reached this conclusion, has been clearly spelt in detail. If powers that be see something wrong with it, they should pinpoint it and I will explain it to them. I have reached this conclusion due to my Qur'anic comprehension. The same enables me to present it in very clear terms to those who have vision and insight. This is important because according to Qur'an, concealment of truth is a crime against humanity; and I being a humble Momin, cannot dare to even think of such a crime.

Towards the end, let me make it clear that whatever criticism has been done on the thoughts of Mao Zedong have been subjected to (in this pamphlet), was not meant to belittle his personality or his ideals. Qur'an has given a very high status to human mind and has urged humans to make use of it in a befitting manner. Therefore whoever would use his intellect to solve the problems of life on earth would earn great respect. But as there is a limit to

---

[26] It's now about 1.4 billion

man's vision, likewise, there is also a limit to human mind and thoughts, beyond which, it cannot go.

The guidance of Revelation is like a telescope through which human mind can see and observe much farther. No doubt Mao Zedong (or others like him) has great vision, far ahead of common people, but we want him to pick the telescope of Revelation[27] for his guidance so that he may see with surety what he is trying to understand with mere conjecture (and the process of rationality). And that is why, he has been making mistakes. If we can see farther than him, it is not of our own doing; it is rather that telescope (of Revelation) that helps us. If this telescope is given to Mao Zedong, he would see even farther than us. Therefore, not only he himself would be safe from pitfalls, but the caravan of life would also reach its destination, safe and sound.

O' God! How Good this Wish of Mine is!

============================

[27] That which is revealed by God to a prophet

ENGLISH PAMPHLETS BY
IDARA TOLU-E-ISLAM

		RS.
☸	**Are All Religions Alike**	**5**
☸	**How Sects can be Dissolved?**	**5**
☸	**Islamic Ideology**	**5**
☸	**Man & God**	**5**
☸	**Quranic Constitution in an Islamic State**	**5**
☸	**Quranic Permanent Values**	**5**
☸	**What is Islam?**	**5**
☸	**Why Do We Celebrate Eid?**	**5**
☸	**Why Do We Lack Character?**	**5**
☸	**Why is Islam the Only True Deen?**	**5**
☸	**Woman in the Light of Quran**	**5**
☸	**As-Salaat (Gist)**	**15**
☸	**Economics System of the Holy Quran**	**15**
☸	**Family Planning**	**15**
☸	**Human Fundamental Rights**	**15**
☸	**Is Islam a Failure?**	**15**
☸	**Man & War**	**15**
☸	**Rise and Fall of Nation**	**15**
☸	**Story of Pakistan**	**15**
☸	**The Individual or the State**	**15**
☸	**Unity of Faith**	**15**
☸	**Universal Myths**	**15**
☸	**Who Are The Ulema?**	**15**

ENJOY YOUR STAY AT

HOTEL PARKWAY (PVT.) LTD.

NEAR RAILWAY STATION – LAHORE

ALL COMFORTS AVAILABLE:

- ☸ T.V. & FAX
- ☸ TELEPHONE EXCHANGE
- ☸ LIFT, INTERNET
- ☸ AIR-CONDITIONED
- ☸ CAR PARKING
- ☸ EXCELLENT SERVICE

PH:0092-42-36365908-12, FAX: 0092-42-36311923,
E-mail:hotel_parkway@yahoo.com